بسم اللہ الرحمن الرحیم

عمدة الطلبة

فی دروس الکتب الستة

برائے دورۂ حدیث

از

طلبۂ دورۂ حدیث

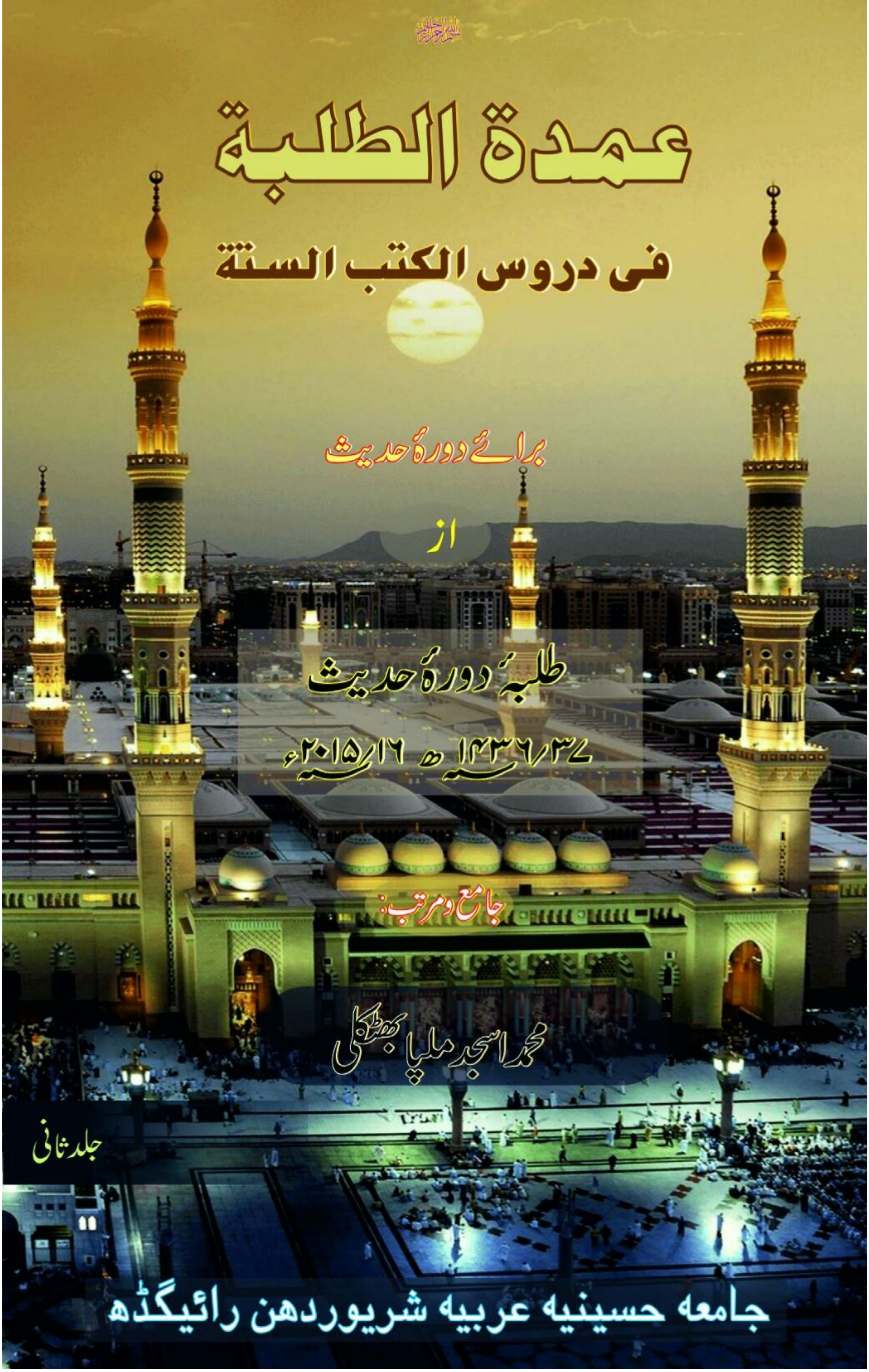
۱۴۳۶/۳۷ھ ۲۰۱۵/۱۶ء

جامع ومرتب:

محمد اسجد ملپا بھٹکلی

جلد ثانی

جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن رائیگڈھ



کتاب نام	سوال نمبر	عنوان	جامع ومرتب	صفحہ نمبر

ترجمہ وتشریح کیجیے، اگر کوئی اس طرح نکاح کرے، تو کیا درست ہوگا؟ مع اختلاف ائمہ تحریر کیجیے۔

(۱۱) حدیث ام زرع کا ترجمہ کیجیے۔ مولوی عاقب کوکاٹے ۱۵

(۱۲) إذا طال احدكم الغيبة فلا يطرق اهله مولوی محسن کلی ۱۷

(۱۳) حمو سے کیا مراد ہے؟ مولوی محسن کلی ۱۷

كتاب الذبائح والصيدوالتسمية

(۱) لحوم خیل کے متعلق ائمہ کے اقوال مع الدلائل تحریر کیجیے۔غزوۂ خیبر کس سال پیش آیا؟ عند العلماء لحوم حمر کی ممانعت کے اسباب؟ عند الائمہ لحوم حمر کا حکم، لحوم کی نہی کس وقت فرمائی؟ ''الحمر'' سے کونسے حمر مراد ہے؟ مولوی محمد اسجد ملپا ۱۸

(۲) ذبح کے وقت تسمیہ میں علماء کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں، کلب معلم کے شرائط لکھیے، نیز اگر کتا شکار میں سے کھائے تو عند الائمہ اس شکار کا کیا حکم ہے؟ ایک حدیث میں کتے کے کھانے کے باوجود کھانے کی اجازت موجود ہے، وجوہ تطبیق وترجیح لکھیے، شکاری پرندہ کے شکار کی حلت کے شرائط لکھیے۔ ۱۹

كتاب الأضاحى

(۱) اضحیہ کا حکم مع اختلاف ائمہ، اور قربانی کا ابتدائی وقت کیا ہے؟ مولوی عاقب کوکاٹے ۲۱

كتاب المرضى

(۱) موت کی تمنا کے متعلق علماء کے اقوال قلمبند کیجیے۔ مولوی اسجد ملپا ۲۲

كتاب اللباس

(۱) ثوب معصفر کا حکم مولوی شعیب چوگلے ۲۲

كتاب الادب

(۱) ہدیہ کا حکم، پڑوسی کی حد کے سلسلے میں علماء کے اقوال مولوی محمد اسجد ملپا ۲۳

(۲) قال النبی ﷺ أصدق كلمة قالها الشاعر كلمة لبيد : ألا !كل شيئ ماخلاالله باطل . ۲۳

(۳) ابو القاسم کنیت رکھنے کے سلسلے میں علماء کے اقوال قلمبند کیجیے۔ ۲۳

(۴) چھینکنے کے بعد جواب دینے کا عند الائمہ کیا حکم ہے؟ ۲۴

كتاب الإستيذان

(۱) علیک السلام کو نبی کریم ﷺ نے میت کا سلام کہا ہے، جبکہ ایک حدیث میں السلام عليكم أهل دار قوم موجود ہے، جواب کیا ہوگا؟ مولوی اسجد ملپا ۲۴

كتاب الدعوات

(۱) قرآن میں دعا کن کن معنوں میں استعمال ہوا ہے؟ دعا افضل ہے یا سکوت؟ مولوی محمد اسجد ملپا ۲۵

كتاب الرقاق

(۱) مالداری افضل یا فقیری؟ مولوی عطاء اللہ کونڈیکر ۲۶

(۲) قیل قال سے کیا مراد ہے؟ ۲۶

شمائل ترمذی

(۱) عمرۃ القضاء کی وجہ تسمیہ مولوی اسجد ملپا ۲۷

(۲) مما مست النار اور من لحوم الابل کے متعلق ائمہ کے مذاہب مولوی عاقب کوکاٹے ۲۷

(۳) خاتم کیوں بنائی گئی اور اسکا انجام کیا ہوا؟ مولوی محسن کلی ۲۸

(۴) کھڑے ہوکر پانی پینے کا حکم ۲۸

(۵) مزاح کا حکم مولوی اسماعیل مہالدار ۲۹

از : طلبۂ دورۂ حدیث
۱۴۳۶/۳۷ھ ۲۰۱۵/۱۶ء

كتاب المغازى

☆جمع وترتیب : مولوی شہزاد ایلار☆

سوال : فلست أبالی حین یقتل مسلما على أی جنب کان فی الله مصرعی

وذٰلک فی ذات الإله وإن یشا یبارک فی اوصال شلو ممزع (بخاری:۳۸۴۵)

ترجمہ، یہ اشعار کس نے اور کس وقت پڑھے، قائلین شعر کے ساتھ پیش آمدہ واقعہ اور اسکی وجہ؟

جواب : ترجمہ : مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے جب کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کردیا جاؤں کہ کسی پہلو پر اللہ کے سلسلے میں پچھڑنا ہو، اور یہ اللہ کے ذات کے بارے میں ہے، اگر وہ چاہے تو ٹکڑے کئے ہوئے جسم کے ہر جوڑوں میں برکت دے سکتا ہے۔

یہ اشعار کس نے اور کس وقت پڑھے؟

یہ اشعار حضرت خبیبؓ نے گنگنائے، جس وقت انکو شہید کرنے کے لئے مقام تنعیم لیجایا گیا، اسوقت گنگنائے تھے۔

قائلین شعر کے ساتھ پیش آمدہ واقعہ اور اسکی وجہ؟

نبی کریم ﷺ نے دس جاسوس بھیجے اور عاصم بن ثابت انصاریؓ کو ان پر امیر مقرر کیا، یہ حضرات مقام ہدہ پر پہنچے، تو بنو ہذیل کے ایک قبیلہ بنولحیان کو انکی خبر پہنچی، تو تقریباً سو (۱۰۰) تیرانداز انکو پکڑنے کے لئے نکلے اور انکے نشانات قدم تلاش کرتے ہوئے چلے، یہاں تک کہ ان لوگوں نے ان حضرات کے کھجور کھانے کی جگہ کو پالیا اور انہیں گٹھلیوں سے پہچان لیا، کہ یہ یثرب کا کھجور ہے لہذا نشان قدم کا پیچھا کیا، جب عاصمؓ اور انکے ساتھیوں نے محسوس کیا، تو ایک محفوظ جگہ کی پناہ لی، ان کافروں نے ان حضرات کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ اپنے آپ کو سپرد کرو، تمھارے لئے عہد و پیمان ہے ہم تم کو قتل نہیں کریں گے، تو عاصمؓ نے فرمایا: اے میری قوم سن لو! میں کافروں کی پناہ میں نہیں اتر سکتا، اور عاصمؓ نے دعا کی، اے اللہ ہماری حالت کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو کردیجیے، لہذا کافروں نے تیراندازی کی اور عاصمؓ کو شہید کردیا۔

صرف تین صحابہؓ ان کافروں کے عہد و پیمان پر اترے، حضرت خبیبؓ، زید بن دثنہؓ، عبداللہ بن طارقؓ۔

جب کافروں نے یکھا کہ ہم ان پر قابو پاسکتے ہیں، تو ان کے کمانوں کی تانت کھولی اور ان حضرات کو اس سے باندھا، تو حضرت عبداللہ بن طارق نے کہا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے، میں تمھارے ساتھ خدا کی قسم نہیں جاسکتا، میرے لئے ان ہی کی زندگی میں نمونہ ہے، یعنی جو حضرات شہید ہوئے، کافروں نے زبردستی کی، لیکن عبداللہ بن طارقؓ نے انکار کیا، لہذا کافروں نے ان کو بھی شہید کردیا، اور حضرت خبیبؓ اور زید بن دثنہؓ کو لے گئے اور مکہ کے بازار میں فروخت کردیا اور حضرت خبیبؓ کو بنو حارث نے خرید لیا، اسلئے کے حضرت خبیبؓ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا، چونکہ وہ حرمت والے مہینے چل رہے تھے، اسلئے وہ حضرت خبیبؓ کو قید کر کے رکھتے تھے پھر جب حرمت والے مہینے ختم ہوگئے، تو انھیں حرم سے باہر مقام تنعیم لے گئے، اسوقت حضرت خبیبؓ نے دو رکعت پڑھنے کی مہلت طلب کی، تو انھوں نے انکو اجازت دے دی، حضرت خبیبؓ دو رکعت نماز پڑھی، اور فرمایا، اگر مجھے اس بات کو خوف نہ ہوتا کہ تم یہ سمجھو کہ میں نے گھبراہٹ کی وجہ سے نماز کو طویل کیا ہے، تو میں نماز کو طویل کرتا، پھر کافروں کے لئے بدعا کی اور یہ اشعار گنگنائے، جو اوپر مذکور ہیں، پھر ابوسروعہ عقبہ بن حارث نے آپکو شہید کردیا۔

سوال : وهان على سراةبنی لوی حریق بالبویرة مستطیر

ادام الله ذالک من صنیع وحرق فی نواحیها السعیر

ستعلم اینا منها بنزه و تعلم ای ارضینا تضیر (بخاری : ۲۲۶۸)

ترجمہ وتشریح، اشعار کس کے ہیں؟ اور کس موقع پر پڑھے گئے؟

جواب : ترجمہ : بنی لوی کے سرداروں پر مقام بویرہ میں پھیلی ہوئی آگ نے فتح کو آسان بنا دیا۔ اسکے جواب میں ابوسفیان بن حارث نے پڑھا۔ اللہ کرے مدینہ میں آگ لگتی رہے اوراس کے اطراف میں یوں ہی شعلے اٹھتے رہیں

تمہیں جلدی معلوم ہوجائے گا کہ ہماری کس زمین کو نقصان پہنچتا ہے

تشریح : ابوسفیان نے اپنے پہلے شعر میں مسلمانوں کو بدعادی کہ باغات جلنے جلانے کا کام مدینہ میں ہوتا رہے،اوراسکے اطراف میں آگ دہکتی رہے،اور گو اس میں اس کے حلیفوں یعنی یہود کے لئے بددعا ہے،لیکن چونکہ مدینہ پر مکمل اقتدار مسلمانوں کا ہو چکا تھا،اوراکثر یہود یعنی بنوقینقاع اور بنونضیر مدینہ سے جلاوطن ہو چکے تھے اور یہود بنی قریظہ کے آثار بھی جمنے کے نہیں تھے،اس لئے اس بددعا کا رخ مسلمانوں ہی کی طرف ہے۔دوسرے شعر میں اس نے حضرت حسانؓ کو خصوصا اور عام مسلمانوں کو عموما خطاب کر کے کہا کہ بویرہ میں آگ لگنے کی بات کیا سناتے ہو یہ تو تمہارا اپنا نقصان ہے،ہم تو مکہ میں ہیں جو مدینہ سے بہت دور ہے،اورتم لوگ اسی زمین میں ہو جس میں آگ لگی ہے،اس کے اثر سے تمہاری زمینوں کو نقصان ہوسکتا ہے ہم کو اتنی دور سے کیا نقصان ہوگا ؟تم خود سمجھ لو! کہ آگ لگا کر ہم نے کس کا نقصان کیا ہے،کس سرزمین کو نقصان پہنچایا،ہماری زمین کو نقصان پہنچایا یا اپنی سرزمین کو؟

☆ یہ اشعار حضرت حسان بن ثابتؓ کے ہیں،اور یہ اس وقت پڑھے گئے جس وقت بنونضیر کے درختوں کو جلا دیا گیا۔(نصر الباری : ۷/۶۸)

سوال : **یا عروۃ ھل تعرف سیف الزبیر** (بخاری : ۳۹۷۳)

ترجمہ،حضرت عبداللہ بن زبیر کو کس نے اور کہاں شہید کیا؟ ہشام،عروہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟

جواب : ترجمہ : اے عروہ! کیا تو حضرت زبیرؓ کی تلوار کو پہچانتا ہے؟

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حجاج بن یوسف نے اور مکہ مکرمہ میں شہید کیا۔اور حضرت عروہ،حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی ہیں اور ہشام حضرت عروہ کے صاحبزادے ہیں۔(نصر الباری : ۸/۳۲)

☆جمع وترتیب : مولوی مصطفیٰ لوکھنڈے☆

سوال : **قال رجل من القوم لعامر ،یا عامر!**

اللھم لو لا انت مااھتدینا	**و لا تصدقنا و لا صلینا**	**فاغفر فداءً لک ما ابقینا**
وثبت الاقدام ان لاقینا	**وألقین سکینۃ علینا**	**انا اذا صیح بنا أتینا**

وبالصباح عولوا علینا (بخاری : ۴۰۴۳ ، ص : ۹۲۷)

ترجمہ، یہ واقعہ کب کا ہے؟ حضرت عامرؓ کے انجام کی تفصیل،اورلوگوں نے حضرت عامرؓ کے اعمال کو حبط کیوں سمجھا؟ اور آپ ﷺ نے اسکا کیا جواب دیا؟ اس کے قائل کون ہیں؟ اور یہ اشعار کس کے ہیں؟ نیز یہ غزوہ کب پیش آیا؟

جواب : ترجمہ:قوم کا ایک آدمی حضرت عامرؓ سے کہا: خدایا! تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے،اور نہ کوئی صدقہ کرتے،اور نہ نماز پڑھتے،اے خدا تو ہمیں بخش دے،ہم تجھ پر قربان ہو جب تک ہم باقی رہیں،اور اگر ہمارا دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رکھ،اور ہم پر سکون واطمینان نازل فرما،ہم کو جب جب جہاد کے لئے پکارا جاتا ہے،تو ہم حاضر ہو جاتے ہیں،اور جب جنگ کی آواز دی جاتی ہے،تو لوگ ہم پر اعتماد کرتے ہیں۔

☆ یہ واقعہ غزوۂ خیبر کا ہے۔ اور حضرت عامرؓ کے انجام کی تفصیل یہ ہے کہ ان کی تلوار طوالت میں کم تھی،انھوں نے یہودی کو مارنے کے لئے اپنی تلوار چلائی تو تلوار یہودی کو لگنے کے بجائے خود انکے گھٹنے پر جالگی،اوراسی زخم کی وجہ سے انکی وفات ہوئی۔ اورلوگوں نے حضرت عامرؓ کے اعمال کو حبط اس لئے سمجھا،چونکہ حضرت عامرؓ کی موت خود انکے ہاتھوں سے ہوئی،تو لوگوں نے اسکو خودکشی سمجھا،اوراسلام میں خودکشی حرام ہے،اس لئے انکے اعمال کو حبط سمجھا۔ تو آپ ﷺ نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ تو دوہرے اجر والے ہیں (انہ لجاھد مجاھد) ایک اجر جہاد کرنے کا اور دوسرا اجر مشقت وتکلیف برداشت کرنے کا۔

☆ اس کے قائل عامر بن اکوعؓ ہیں،اور یہ اشعار عبداللہ بن رواحہؓ کے ہیں۔

☆ یہ غزوہ ۷ھ میں ہوا(فتح الباری : ۷/۱۹۶)

سوال : **عن ابن عباسؓ قال : لما حضر رسول الله ﷺ ....فکان یقول ابن عباسؓ : إن الرزیة کل الرزیة ماحال بین رسول الله ﷺ وبین ان یکتب لهم ذلک الکتب لإختلافهم ولغطهم .**

ترجمہ،متعلقہ واقعہ کومفصلاً قلمبند کیجیے،اس پر اہل باطل کا اعتراض اور اسکا رد تفصیل سے لکھیے ۔

جواب : ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں : بلاشبہ مصیبت وہ ہے جو نبی کریم ﷺ اور نوشتہ کے درمیان حائل ہوئی ،لوگوں کے اختلاف اور شور کی وجہ سے ۔

متعلقہ واقعہ :

آپ ﷺ کی وفات سے چار دن پہلے بروز پنجشنبہ (جمعرات) جب مرض میں شدت ہوئی تو جو لوگ حجرہ نبوی ﷺ میں حاضر تھے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا'' کاغذ، قلم، دوات'' لے آؤ، تا کہ تمھارے لئے ایک وصیت نامہ لکھوادوں کہ جسکے بعد تم گمراہ نہ ہوگے، یہ سن کر اہل مجلس اختلاف کرنے لگے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ ﷺ بیمار ہے، درد کی شدت ہے، ایسی حالت میں تکلیف دینا مناسب نہیں، اور کتاب اللہ ہمارے پاس ہے، جو گمراہی سے بچانے کے لئے کافی ہے، حاضرین مجلس میں اسکے متعلق اختلاف ہوا، بعض نے حضرت عمرؓ کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ دوات اور قلم لا کر لکھوالینا چاہیے، اور اختلاف مسلسل چلتا رہا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں، (یعنی مراقبہ فی اللہ اور لقاء باری تعالی کی تیاری) وہ اس سے بہتر ہے جو تم کہہ رہے ہو، اسکے بعد آپ ﷺ نے (زبانی) تین باتوں کی وصیت فرمائی ۔(۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔(۲) قبائل عرب کے وفود کو جو تمھارے پاس آئیں اسی طرح (تحفے ،ہدیے) دیا کرو جس طرح میں انہیں دیا کرتا تھا (۳) اس وصیت میں اختلاف ہے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرنے میں سعید ابن جبیرؓ کے سکوت کی وجہ سے ۔ بعض : یا تو تیسری وصیت یہ تھی کہ قرآن کریم پر عمل کرو۔ یا جیش اسامہ روانہ کرنا۔ یا میرے بعد میری قبر کو بت اور سجدہ گاہ نہ بنانا۔

اس پر اہل باطل کا اعتراض اور اسکا رد:

روافض (شیعوں) نے اس حدیث کو لیکر حضرت عمر فاروقؓ کی شان گرامی میں جو گستاخیاں کی ہیں اور غیر معمولی پروپیگنڈہ کیا ہے، وہ یا روسا سمجھی ہے یا فاروقِ اعظم سے عداوت وسبائی انجکشن کے زہریلے اثرات کا مظاہر ہے جسکی تفصیل یہ ہے ۔

روافض کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ فاروق اعظمؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد وحکم پر اپنی رائے دی اور حکم کی تعمیل نہیں ہونے دی، اس سے حکم نبوی کا انکار لازم آتا ہے۔

جواب : اسکا جواب یہ ہے کہ یہ انکار نہیں، بلکہ عرض مصلحت ہے، فاروق اعظم کا جملہ تو یہ ہے کہ حضور ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے، ایسا غلبہ کہ ڈول کی ڈول پانی ڈالے جارہے ہیں، ایسی ناقابل برداشت تکلیف کے وقت لکھنے لکھانے کی مزید تکلیف دینا مناسب نہیں، کیونکہ حضرت عمرؓ کے سامنے حضور ﷺ کا واضح ارشاد موجود تھا، حضور ﷺ فرما چکے تھے : ''**ترکتکم علی ملة بیضاء ،لیلها ونهارها سواء**'' (میں تمہیں ایسی روشن ملت پر چھوڑے جاتا ہوں جس کا دن اور رات برابر ہے)

ایسے وقت میں حضرت عمرؓ نے ایک گزارش کی اس گزارش کے بعد آپ ﷺ نے دوبارہ طلب نہیں فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی رای قبول کرلی گئی ،اور حضرت عمرؓ کی رائے وگزارش کے سلسلے میں یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے، بلکہ اس سے پہلے بارہا ایسے موقعے پیش آچکے تھے، کہ آپ ﷺ نے ایک حکم دیا اور حضرت عمرؓ نے گزارش کی تو حضور ﷺ نے گزارش قبول کرلی ،جیسا کہ مسلم شریف میں ''کتاب الایمان'' کی روایت ہے کہ جب حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کے جوتے لیکر ہر مومن کو جنت کی بشارت دینے چلے تو حضرت عمرؓ نے راستے ہی میں حضرت ابوہریرہؓ کے سینے پر ہاتھ مارا تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ سرین کے بل گر پڑے تھے، تو حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ کے پاس شکایت کرنے چلے، تو پیچھے پیچھے عمر فاروقؓ بھی پہنچ گئے اور فرمایا کہ حضور ﷺ ایسا نہ فرمائے، چنانچہ آنحضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق فرمایا۔

ایسے واقعات حضرت عمرؓ کے درجنوں ہیں، ہر صاحب ایمان سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے مرتبے سے واقف ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ،

حضورﷺ کے مشیراوروزیر تھے، "ما من نبی إلا له وزیران " (ترمذی) کی روایت ہیکہ ہرنبی کے دووزیرآسمان والوں میں سے ہیں اورزمین والوں میں سے ہیں،آسمان والوں میں سے میرے دووزیرحضرت جبرئیل ومیکائیل ہیں،اورزمین والوں میں سے دووزیرابوبکروعمرؓ ہیں۔

ایسے معتمداورصاحب الرائے وزیرنے اگرکوئی رائے پیش کی اوروہ دربار رسالت میں بھی قبول ہوگئی تواب وزیرپراعتراض دراصل سلطانی پراعتراض ہے،اوراگرہرحکم پررائے پیش کرنااورعرض مصلحت حکم عدولی ہے،توحضرت علیؓ کے بارے میں یہ روافض کیا جواب دیں گے کہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت علیؓ نے رسول اللہﷺ کالفظ صلح نامہ میں تحریرفرمایا،اورقریش نے اعتراض کیاتوحضورﷺ نے حضرت علیؓ کوحکم دیاکہ اس لفظ کومٹادو،مگرحضرت علیؓ نے نہیں مانا،پھرآنحضرتﷺ نے صلح نامہ اپنے ہاتھوں میں لیااورخودمٹایا،لیکن کسی نے بھی حضرت علیؓ کومخالفت پیغمبرکاالزام نہیں دیا۔

معلوم ہواکہ ہرعرض مصلحت،حکم عدولی اورمخالفت نہیں ہے،صورتااگرچہ مخالفت ومعصیت ہومگردرحقیقت کمال محبت اورکمال عظمت ہے،جس پر ہزاروں طاعتیں فرمان ہیں۔

پھرحضرت عمرؓ کے روکنے پرسارے اصحاب رگ گئے،بالخصوص اہل بیت حضرات توہروقت رہتے تھے،دوسرے وقت لکھوالیتے تھے،لیکن تمام حضرات سمجھ گئے تھے کہ حضرت عمرؓ کی رائے حضورﷺ نے قبول فرمائی اوربات ختم ہوگئی،کیونکہ حضورﷺ اس کے بعدکئی روزجمعہ،سنیچر،اتوارتک باحیات رہے،مگرآپ ﷺ کوئی تحریرلکھنے کاحکم نہیں فرمایا۔

(مولوی محسن کلی)

سوال : **عن الربیع قالتؓ : دخل علی النبی ﷺ غداۃ بنی علی فجلس علی فراشی کم مجلسک منی ؟ وجواری یضربن بالدف یندبن من قتل من آبائهن یوم بدر حتی قالت جاریة وفینا نبی ﷺ یعلم مافی غد. قال النبی ﷺ لا تقولی هکذا وقولی ماکنت تقولین .**

ترجمہ،تشریح،آپﷺ کے نہی کے سبب پرروشنی ڈالیے،بدرمیں صحابہ کی صحیح تعدادکیاتھی؟ حضرت عثمان بدرمیں شریک تھے یانہیں؟

جواب : ترجمہ : حضرت ربیع سے روایت ہے کہ جس روزمیری شادی ہوئی تھی اس کی صبح کونبی کریمﷺ میرے پاس تشریف لائے اورمیرے بستر پربیٹھے جیسے تومیرے پاس بیٹھاہے چندلڑکیاں دف بجارہی تھی اوراپنے اشعارمیں اپنے باپ دادوں کی خوبیاں بیان کررہی تھی جوجنگ بدرمیں شہیدہوگئے تھے یہاں تک کہ ایک لڑکی نے یہ مصرع پڑھا: کہ ہم میں ایک ایسے نبی ہیں جوآئندہ کل ہونے والی بات جانتے ہیں تونبی کریمﷺ نے فرمایا: ایس امت کہواورجوتم پہلے سے پڑھ رہی تھی وہ پڑھو۔

تشریح : غداۃ بنی علی : میاں بیوی کی پہلی ملاقات ایک خاص جگہ پرہوتی تھی اس لیےاس کے لیے بنی کالفظ استعمال ہوتاہے،نیزنکاح کے موقع پر لڑکیاں دف بجاکربدریوں کی تعریف کرہی تھی ایک لڑکی نے کہاکی ہمارے درمیان ایک نبی ہیں جوغیب کی باتیں جانتے ہیں توآپﷺ نے منع فرمایا،وجہ ذکر کی گئی ہے کہ شادی کے موقع پرآپﷺ کاتذکرہ مناسب نہیں ہے۔لیکن حافظؒ فرماتے ہیں؛ کہ علم غیب کی نسبت آپ کی طرف ہورہی تھی اس لیے منع فرمایا گرچہ لڑکیوں کاقول ظاہری اعتبارسے غلط نہ تھااس لیے کہ آپﷺ نے جنت ودوزخ کے احوال بھی آئندہ کے ہی بتلائے تھے،لیکن لڑکیوں نے عمومی بات کی تھی۔،اس لیے آپﷺ نے منع فرمایا۔

نہی کاسبب:

یاں پرتھوڑاساعلم غیب کاشبہ ہورہاتھااس لیے آپﷺ نے منع فرمایاتاکہ آئندہ کوئی گنجائش نہ رہے۔

☆ غزوہ بدر ۱۷ رمضان ۲ھ کوپیش آیا۔

☆ بدری صحابہ کی تعدادمیں اختلاف ہے۔

بعض نے تین سوتیرہ (۳۱۳) بعض نے (۳۱۴) بعض (۳۱۵) بعض (۳۱۹) ذکرکیاہے،ممکن ہے کہ ان میں متمنی حضرات کوبھی شمارکیاگیاہوتاہم یہ سب شرکاء نہیں ہے۔

☆ حضرت عثمانؓ غزوہ بدرمیں شریک نہیں تھے۔

از : طلبۂ دورۂ حدیث
۱۴۳۶/۳۷ھ ۲۰۱۵/۱۶ء

کتاب التفسیر

جمع وترتیب : مولوی عاقب بن اقبال کوکاٹے

سوال : **بئس ما لأ حدهم أن يقول نسيت اية كيت و كيت ،بل نسى ،واستذ كروا القرآن فإنه أشد تفصيامن صدره الرجال من النعم** (بخاری : ۴۸۴۱ فتح الباری : ۵۰۳۲)

ترجمہ وتشریح کیجیے

جواب : ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی کے لئے یہ بہت بری بات ہے کہ وہ کہے: میں فلاں آیت بھول گیا، بلکہ بھلا دیا گیا، قرآن یاد کرو، اس لئے کہ یہ لوگوں کے سینے سے اونٹ سے بھی زیادہ تیزی سے نکل جانے والا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں نسیتُ کہے اور نسیان کی نسبت اپنی طرف کہنے کو منع کیا گیا ہے۔

حافظ صاحبؒ نے اس ممانعت کے سلسلے میں مختلف اوجہ ذکر کی ہے:

(۱) اس میں نسیان کی نسبت اپنی طرف پائی جارہی ہے، حالانکہ انسان کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

(۲) اپنی طرف نسیان کی نسبت کرنے میں قرآن کریم سے غفلت اور بے توجہی برتنے کا اظہار پایا جاتا ہے، اس لئے کے نسیان کثرت غفلت اور توجہ نہ دینے کی وجہ سے ہی واقع ہوتا ہے، گویا ''نسیتُ '' کہنے والا اپنے ہی خلاف کوتاہی کی گواہی دے رہا ہے۔

(۳) احتمال یہ ہے کہ ''نسیتُ ''، ''ترکتُ'' کے معنے میں ہو، سہو کے معنے میں نہ ہو، تو اس میں قرآن کریم کے چھوڑنے کے معنے پائے جارہے ہیں۔

(۴) احتمال یہ ہے کہ ''نسیتُ ''میں فاعل حضور ﷺ ہو، تو مراد یہ ہوگا، کہ کوئی نبی کریم ﷺ کے متعلق یہ نہ کہے کہ آپ ﷺ فلاں آیت بھول گئے، بلکہ نسخ اور رفع تلاوت جیسی حکمتوں کی بناء پر خود اللہ تعالیٰ نے وہ آیت آپ ﷺ کو بھلا دی گئی ہے۔

(۵) ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت نبی کریم ﷺ کے زمانے کے ساتھ خاص ہو، اور اس وقت نسخ کے اقسام میں سے ایک قسم، کسی نازل شدہ آیت کو اس کے حاملین کا بھول جانا اور اس کی رسم وتلاوت کا اٹھالیا جانا بھی تھا، چنانچہ ''نسیتُ'' کہنے میں قرآم کریم کی بعض محکم آیتوں کے ضائع ہونے کا وہم ہوسکتا تھا، اس لئے اس سے منع کیا گیا۔

حافظؒ صاحب فرماتے ہیں : ان میں سب سے زیادہ راجح وجہ وجہ ثانی ہے۔ (انظر فتح الباری : ۸۰،۸۱/۹)

سوال : **عن عروة عن عائشةؓ قالت له : وهو يسألهاعن قول الله تعالى [حتى اذا استئس الرسل]كذبوا** (بخاری : ۴۵۰۸ فتح الباری : ۴۶۹۵)

فماھذاہ الآیۃ کا حضرت عائشہؓ نے کیا جواب دیا؟ کذبوا تخفیف وتشدید، مختلف توجیہات اور اسکے اشکال کا جواب تحریر کریں، نیز مخفف ومشدد قراءت کے اعتبار سے صحیح مفہوم کی تعیین کیجیے۔

جواب : ترجمہ : حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ ماں عائشہؓ نے انھیں فرمایا، جبکہ وہ ماں عائشہؓ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان ''**حتى اذا استيئس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا** '' کے متعلق دریافت فرمایا، عروہ فرماتے ہیں، میں نے کہا، کذبوا (بالتخفیف) ہے یا کذبوا (بالتشدید)؟ ماں عائشہؓ نے فرمایا: کذّبوا (بالتشدید)۔

میں نے کہا: انھیں تو اس بات کا یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے، پھر ظن کا کیا مطلب؟ ماں عائشہ نے فرمایا: ہاں انھیں انکا یقین تھا۔

پھر میں نے ان سے عرض کیا: اور **وظنوا انهم قد كذبوا** (اور انھوں نے یہ گمان کرلیا کہ ان سے جھوٹ کہا گیا) کا کیا مطلب؟ تو ماں عائشہؓ نے جواب دیا اللہ کی پناہ! رسول اپنے رب کے متعلق ایسا گمان کرہی نہیں سکتے، میں نے کہا: پھر اس آیت کا کیا مطلب؟ ماں عائشہ نے جواب دیا: اس سے مراد رسولوں کے متبعین ہیں، جو اپنے رب پر ایمان لائے اور انھوں نے اپنے رسولوں کی تصدیق کی، پھر ان پر مصیبتوں کا زمانہ دراز ہوگیا اور نصرت ومددان سے رکی

رہی، یہاں تک کہ جب رسول اپنی قوم میں سے تکذیب کرنے والوں سے ناامید ہوگئے اور انھیں یہ گمان ہوگیا کہ ان کے متبعین، ان کی تکذیب کرنے لگے تو ان وقت اللہ رب العزت کی مدد و نصرت آپہنچی۔

کذّبوا : اس قراءت کے اعتبار سے مفہوم ہوگا کہ رسولوں کو یہ گمان ہوگیا کہ تاخیر نصرت کی بنا پر ان کے متبعین ان کی تکذیب کریں گے۔

کذبوا : اس قراءت کے اعتبار سے ''ظنوا'' کی ضمیر اتباع رسل کی طرف لوٹے گی، کہ جب وہ رسولوں پر ایمان لے آئے اس کے باوجود مصیبتوں کا سلسلہ دراز ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت نہیں آئی، تو انھوں نے گمان کرلیا کہ ان سے (نعوذ باللہ) جھوٹ کہا گیا۔

کتاب فضائل القرآن

جمع و ترتیب : مولوی محسن کلی

سوال : **عن عمر بن الخطاب قال رسول الله ﷺ ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف، فاقروا ما تیسر منه .**

ترجمہ، سبعۃ احرف کی مشہور تشریحات، کیا اس دور حاضر کی مشہور قرات سبعہ مراد ہے ؟ کسی قرات کے مطابق قرات کے جواز کے شرائط کیا ہیں؟

جواب : ترجمہ : یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے، ان میں جو تمہیں آسان ہو پڑھو۔

سبعۃ احرف کے متعلق بہت سے اقوال ہیں۔

علامہ سیوطیؒ نے دو اقوال کو راجح قرار دیا ہے:

(۱) سبعۃ احرف سے مراد لغت ہے۔ یعنی قرآں سات مشہور لغتوں پر نازل کیا گیا۔ قریش، طی، حوازن، ثقیف، ھذیل، بنو تمیم، اہل یمن۔ اور اس کو بڑے بڑے اہل لغت ابو عبیدہ ثعلب اور محدثین میں ابن منذر نے بھی ترجیح دی ہے، مراد یہ کہ مجموعی طور پر سات لغات میں قرآن پڑھنے کی گنجائش ہے۔

(۲) سبعۃ احرف سے مراد ایک ہی معنی کے لیے مترادف الفاظ کے استعمال کرنے کے ہیں۔ (جیسے: اقبل وتعال وھلم رعجل، واسرع) اور زیادہ سے زیادہ سات الفاظ کا معنی استعمال کی گنجائش ہے سفیان بن عیینہ نے اس قول کو پسند کیا ہے۔

اعتراض : لغات عرب تو سات سے بھی زیادہ ہے۔

جواب : یہاں مراد افصح لغات ہے۔

اور علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ سبعۃ احرف والی روایت مشکل روایت میں سے ہے اور اس روایت کا معنی قطعی طور پر سمجھنا بغیر دلیل کے دشوار ہے۔

اور آج کے دور میں سبعۃ احرف موجود نہیں ہے اسلیے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانے میں ایک ہی لغت کو باقی رکھا اور وہ لغت قریش ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ سبعۃ احرف سے مراد قرات سبعہ مشہورہ ہے لیکن علامہ سیوطی اور دیگر بڑے علماء نے اس کی تردید کی ہے۔

سوال : **ما اذن الله لشئ مااذن للنبی ان یتغنی بالقرآن .**

ترجمہ، تغنی بالقرآن کے مختلف مفہوم کو بالتفصیل قلمبند کیجیے۔

جواب : ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اپنے نبی کو قرآن پڑھتے سنا۔

تغنی بالقرآن کے مختلف مفہوم ہیں۔

(۱) تغنی کا مطلب یہ ہے کہ جہراً قرآن پڑھنا۔

(۲) ایک قول یہ ہے کہ تغنی یہ غنی سے ہے اور غنی کا تعلق حسن صوت سے ہے۔ البتہ قرآن کو گانے کے انداز میں بالکل حرام ہے۔

(۳) تغنی کا لفظ بعض جگہ قیام کے معنی میں آیا ہے لہذا تغنی کا مطلب قرآن میں مشغول ہونا ہے۔

(۴) امام شافعیؒ فرماتے ہیں : کہ تغنی کا مطلب قرآن کو حزن کے ساتھ پڑھنا۔

(۵) تغنی ایک مطلب یہ ہے کہ قرآن کو ہر وقت اپنا مشغلہ بنائے۔

(۶) بعضوں نے تغنی سے مراد استخظاظ کو لیا ہے۔یعنی اگر قرآن کے ذریعہ لوگ محظوظ نہ ہو تو یہ ہم میں سے نہیں ہے۔

سوال : اقرا القرآن علی ما ائتلفت قلوبکم فاذا اختلفتم فقوموا عنه .
ترجمہ،تشریح۔

جواب : ترجمہ: قرآن مجید اسوقت تک پڑھو جب تک اس میں دل لگے۔جب جی اچاٹ ہو جائے تو پڑھنا بند کرو۔

تشریح :

جب تک طبیعت میں نشاط ہو قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور جب طبیعت میں اکتاہٹ ہو تو قرآن پڑھنا چھوڑ دو یا یہ کہ پڑھتے رہو جب قرات وغیرہ کے سلسلہ میں اختلاف ہو تو چھوڑ دو یا یہ کہ قرآن کے مفہوم میں کھٹک پیدا ہو تو جب تک اطمینان نہ ہو چھوڑ دو جب اطمینان ہو جائے تو پڑھنے لگو یا جب قرات کے سلسلہ میں اختلاف ہو تو جھگڑے فساد سے اجتناب کرو ایک دوسرے کی قرات کا انکار نہ کرو۔

کتاب النکاح

جمع وترتیب : ☆مولوی حذیفہ پٹیل☆

سوال : عن میمونةؓ قالت ،تزوجنی رسول الله ﷺ ونحن حلالان بسرف (سنن ابی داؤد:۱۸۴۳)
ترجمہ،محرم نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟اختلاف ائمہ مع الدلائل پیش کیجیے۔

جواب : ترجمہ : حضرت میمونہؓ سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا،مقام سرف میں،درانحالیکہ ہم دونوں حلال تھے۔

مذاہب ائمہ : **ائمہ ثلاثہ :** محرم کیلئے نکاح کرنے کی اجازت نہیں،اگر نکاح کرے تو نکاح فاسد ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل : (۱) عن عثمانؓ ان النبی ﷺ قال لاینکح المحرم ولا ینکح

(۲) روی انس بن مالک ان النبی ﷺ قال : لا یزوج المحرم ولا یتزوج

عندالاحناف: محرم کیلئے نکاح جائز ہے،البتہ وطی ناجائز ہے۔

احناف کے دلائل : (۱) عن ابن عباسؓ أن النبی ﷺ نکح میمونة وهو محرم.

(۲) عن عائشةؓ أن النبی ﷺ تزوج وهو محرم.

ترجیح کی صورت: حضرت میمونہؓ کے بھانجے حضرت یزید بن اصم سے منقول ہے حضرت میمونہؓ خود فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا درآنحالیکہ ہم دونوں حلال تھے۔اسی طرح حضرت ابورافعؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا حلال ہونے کی حالت میں اور آپ کے پاس رات گزاری حلال ہونے کی حالت میں اور میں ان دونوں کے درمیان سفیر تھا۔اور حدیث عائشہ کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ وہ حدیث ضعیف ہے اور اگر اسکو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے یہ نکاح تحریم نکاح محرم سے قبل کیا ہو یا یہ کہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہو۔

☆ نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت میمونہؓ سے ''عمرۃ القضاء'' میں ہوا۔

سوال: عن عائشةؓ قالت : مالفاطمة ألا تتقی الله ؟ تعنی فی قولها : لا سکنی و لا نفقة .(بخاری :۵۱۲۱)

جواب : ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے منقول ہے........فاطمہ کو کیا ہوا ہے؟ ماں عائشہؓ کی مراد فاطمہؓ کے قول لا سکنی و لا نفقه میں تھی۔

مسئلۃ الباب : فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مطلقۂ رجعیہ اور مبتوتۂ حاملہ عدت کے دوران نفقہ اور سکنی دونوں کی مستحق ہوتی ہیں، البتہ مبتوتہ غیر حاملہ کے بارے میں اختلاف ہے۔اس بارے میں تین (۳) مذاہب ہیں۔

(۱) **عندالاحناف :** مبتوتہ غیر حاملہ کا نفقہ اور سکنی دونوں مطلقاً شوہر پر واجب ہے اور صحابہؓ میں سے حضرت عمر بن خطابؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا بھی یہی مسلک ہے، نیز سفیان ثوریؒ، ابراہیم نخعیؒ اور ابن شبرمہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

احناف کی دلیل : أسکنوهن من حیث سکنتم من وجدکم و لا تضاروهن ....اور نفقے کے بارے میں کہتے ہیں کہ و ان کن اولات حمل........آیت میں صرف حاملہ کا تذکرہ اسلئے ہیکہ حاملہ کی مدت بہت بڑھ جاتی ہے ورنہ غیر حاملہ بھی ہے

(۲) **عندالامام احمد واسحاق وظواہر:** شوہر پر نہ نفقہ واجب ہے نہ سکنی، صحابہ میں سے حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت جابرؓ اسی کے قائل ہیں۔

دلیل : قالت فاطمة بنت قیس : طلقنی زوجی ثلاثا علی عهد النبی ﷺ ،فقال رسول الله ﷺ لا سکنی لکِ و لا نفقة .

(۳) **عندالمالکیہ والشوافع :** سکنی واجب ہے، نفقہ واجب نہیں، فقہاء سبعہ اور حضرت عائشہؓ کا یہی مسلک ہے۔

دلیل : شوافع سکنی کے وجوب کیلئے احناف ہی کی دلیل سے استدلال کرتے ہیں اور نفقے کے عدم وجوب کیلئے آیت کریمہ ''وإن کن اولات حمل فأنفقوا علیهن حتی یضعن حملهن '' کے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہیں۔

احناف کی دلیل کا جواب: احناف کا کہنا کہ آیت میں حاملہ کا تذکرہ اسکی مدت کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہے یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ بسا اوقات حاملہ کی مدت بہت کم ہو جاتی ہے، جبکہ وفات کے چند دنوں بعد ہی وضع حمل ہو جائے۔

امام احمدؒ کی دلیل کا جواب : حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ہم کتاب اللہ اور سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر نہیں ترک کرینگے، ہوسکتا ہے وہ بھولی ہوگی یا جانتی نہیں ہوگی۔واللہ اعلم بالصواب

واقعہ کا پس منظر: حضرت فاطمہ بنت قیسؓ، اولین مہاجرات میں سے تھیں، انکا نکاح حضرت خالد بن ولیدؓ کے چچازاد بھائی، ابوعمرو بن حفص سے ہوا تھا، انکے شوہر ابوعمرو نے پہلے انکو دو طلاق دی تھی، پھر جب آپؐ حضرت علیؓ کے ساتھ یمن بھیجے گئے تو انھوں نے باقی ماندہ تیسری طلاق بھی انکو بھیج دی، اور گھر والوں کو حکم دیا کہ کچھ کھجور بطور نفقہ دیدے لیکن حضرت فاطمہؓ نے مزید کا مطالبہ کیا اور حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا : تیرے لئے نہ سکنی ہے نہ نفقہ ہے اور تو ام شریک کے گھر جا کر عدت گزار، لیکن چونکہ ام شریکؓ کے گھر، لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی، اس لئے بعد میں حضرت ابن ام مکتومؓ کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا۔

سوال : عن أبی موسی عن النبی ﷺ قال : فکوا العانی و اجیبوا الداعی و عودوا المریض .(بخاری :۴۹۸۰)

ترجمہ، ولیمۃ العرس اور دیگر دعوتوں کو قبول کرنے کا عندالائمہ کیا حکم ہے؟ ولیمۃ العرس کا وقت اور عندالائمہ کتنے دنوں تک ولیمہ کھلا سکتے ہیں، مع الادلہ لکھیئے، اگر مدعو صائم ہو تو اسکے لئے کیا حکم ہے؟

جواب : ترجمہ حضرت ابوموسیؓ سے منقول ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا: قیدیوں کو چھڑاؤ، اور دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو اور مریض کی عیادت کرو۔

☆ عندالجمہور ولیمۃ العرس کی دعوت قبول کرنا ضروری ہے۔اور دیگر دعوتوں کو قبول کرنا سنت ہے

☆ ولیمۃ العرس کے وقت کے سلسلے میں سلف میں اختلاف ہے کہ عقد کے وقت ہے یا عقد کے بعد یا دخول کے وقت ہے یا دخول کے بعد یا ابتداء عقد سے انتہاء دخول تک وسیع ہے؟

قاضی عیاض فرماتے ہیں: مالکیہ کے نزدیک اصح قول بعد الدخول کا ہے اور مالکیہ کی ایک جماعت کے نزدیک عندالعقد ہے اور ابن حبیب کے نزدیک

عندالعقد بعدالدخول ہے اور ابن سبکی نے ذکر کیا ہے کہ ان کے والد نے فرمایا: کہ میں نے اصحاب کے کلام میں ولیمۃ العرس کے وقت کی تعیین نہیں دیکھی۔

☆ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ ولیمہ دو(۲) دن تک جائز ہے اس سے زیادہ مکروہ ہے۔

جمہور کی دلیل: **عن ابن مسعود ؓ قا ل قال رسول ﷺ طعام اول یوم حق وطعام یوم الثانی سنة وطعام یوم الثالث سمعة ومن سمع سمع الله به.**

البتہ مالکیہ سات(۷) دن تک استحباب کے قائل ہیں۔

مالکیہ کی دلیل : **عن حفصةؓ قالت : لما تزوج أبي سيرين دعا اصحاب رسول الله ﷺ سبعة أيام فلما كان يوم الانصاردعاهم .**

جمہور اسکا یہ جواب دیتے ہیں: کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہیں جبکہ ہر روز کے مدعووین جدا جدا ہو۔

☆ اگر مدعو صائم ہو تو دیکھے کہ اگر داعی کو اس کا روزہ شاق گزرے تو افطار افضل ہے، ورنہ روزہ رکھے۔

سوال : **عن البراء بن عازب قال : أمرنا رسول الله ﷺ بسبع ونهاناعن سبع : أمرنا بعيادة المريض واتباع الجنائز وتشميت العاطس واجابة الداعي وافشاء السلام ونصرالمظلوم وابرار المقسم ونهاناعن خواتيم الذهب وعن الشرب فى الفضة أو قال آنية الفضة وعن المياثر والقسي وعن لبس الحرير والديباج والاستبراق.** (الصحیح للبخاری : ۵۴۱۸)

ترجمہ، ان میں سے کن چیزوں سے عورتیں مستثنی ہیں۔

جواب : ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے منقول ہیں نبی کریم ﷺ نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا: (۱) ہمیں مریض کی عیادت کا (۲) اور جنازے کے پیچھے چلنے کا (۳) اور چھینک کا جواب دینے کا (۴) اور دعوت قبول کرنے کا (۵) سلام کو پھیلانے کا (۶) اور مظلوم کی مدد کرنے کا (۷) اور قسم کو پورا کرنے کا حکم دیا، اور ہمیں سونے کی انگوٹھیوں سے (۲) اور چاندی کے برتن میں پینے سے (۳) اور ریشمی زین پوش سے (۴) اور قسی سے (جو مصر کے اطراف میں کتان سے تیار کردہ کپڑا ہے، اس میں ریشم کے دھاگے استعمال ہوتے ہیں) اور ریشم، دیباج اور استبراق کے پہننے سے منع فرمایا۔

☆ مأمورات میں سے عورتیں اتباع الجنائز سے مستثنی ہے۔

سوال : **عن انس بن مالکؓ : ان رسول الله ﷺ اعتق صفيةؓ وجعل عتقها صداقها .** (بخاری : ۴۸۹۵)

عندالائمہ عتق کو مہر بنانے کا کیا حکم ہے؟ قائلین نفی کی طرف سے حدیث کی کیا توجیہات ہیں، مذکورہ واقعہ کب کا ہے؟ مہر کی اقل واکثر مقدار کے متعلق مسالک ودلائل مفصلا قلم بند کیجیے۔

جواب : ترجمہ : حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر بنایا۔

☆ حدیث مذکور کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے امام احمدؒ کے نزدیک عتق کو مہر بنانا جائز ہے۔

البتہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک عتق کو مہر بنانا درست نہیں ہے۔

قائلین نفی کی طرف سے حدیث مذکورہ کی دو(۲) توجیہات کی گئی ہیں: (۱) باندی کے عوض متعین کر کے آزاد کیا اور اس عوض کو مہر بنایا۔ (۲) یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ ان میں سے پہلی توجیہ اقرب الی لفظ الحدیث ہے۔

☆ یہ واقعہ غزوۂ خیبر کا ہے۔

☆ مہر کی مقدار کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں، بلکہ ہر شئ متمول اور ہر وہ شئ جو بیع میں ثمن بن سکتی ہو، نکاح میں مہر بن سکتی ہے۔

علامہ ابن حزمؒ کے نزدیک تقریبا ہر چیز مہر بن سکتی ہے، حتی کہ پانی، کتا، بلی وغیرہ بھی۔

امام مالکؒ کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار ربع دینار یا تین (۳) درہم ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اقل مہر دس دراہم ہے۔

احناف اور مالکیہ نے "استباحة العضو" کو معیار بنایا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جس طرح نصاب سرقہ میں ربع دینار یا دس دراہم کے بدلے ہاتھ کاٹا جاتا ہے، اسی طرح نکاح میں بھی ربع دینار یا دس دراہم کے بدلے ایک عضو کی ملکیت حاصل ہوتی ہے۔

شوافع اور حنابلہ کا استدلال عامر بن ربیعہؓ کی حدیث سے ہے: **إن امرأة من فزارة تزوجت على نعلين فقال رسول الله ﷺ : أرضيت من نفسک ومالک بنعلين ؟قالت: نعم ،قال فأجازه.**

(۲) حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ کی روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے ایک صحابیؓ سے فرمایا: **فالتمس ولو خاتما من حديد.**

احناف کا استدلال: **عن جابرؓ قال قال رسول الله ﷺ لا ينكح النساء إلا كفوا، ولا يزوجهن إلا الاولياء ولا مهر دون عشرة دراهم .**

شوافع کی طرف سے جواب : استباحۃ العضو کو معیار بنانا درست نہیں، کیونکہ دونوں میں کوئی جوڑ نہیں، کیونکہ نکاح کا عمل جائز اور سرقہ حرام ہے۔

سوال : **عن عائشةؓ قالت : قال لی رسول الله ﷺ : رأيتک فی المنام يجئ بک الملک فی سرقة من حرير ،فقال لی هذه امرأتک فکشفت عن وجهک الثوب فإذا هی انت فقلت : إن هذا من عند الله يمضه.**

ترجمہ، قبل النکاح عورت کو دیکھنے کے متعلق ائمہ کرام کے مسالک ودلائل مع حدود النظر قلم بند کیجیے۔ آخری جملے پر وارد اشکال اور اس کے اجوبہ لکھیے۔ خواب تو وحی ہوتا ہے پھر آخری جملہ کی توجیہات کیا ہوگی۔

جواب : ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ وہ فرماتی ہے، کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں خواب میں دیکھا، تمہیں ایک فرشتہ ریشم کے ٹکڑے میں لے آیا اور مجھ سے کہا، یہ تمھاری بیوی ہے، میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ تم ہو، میں نے اپنے دل میں کہا، اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ خود اس کو پورا کرے گا۔

☆ قبل النکاح عورت کو دیکھنا ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے، بغیر اجازت کے، البتہ امام مالکؒ کا ایک قول بالاذن بھی ہے، مگر علامہ نووی نے اسے ضعیف قول قرار دیا ہے۔

دلیل: **عن المغيرة بن شعبة أنه خطب امرأة فقال النبی ﷺ : انظر اليها فإنه أحرى أن يؤدم بينكما.**

☆ **حدود النظر.....**

عند الجمہور : حد نظر صرف "وجه" اور "کفين" ہے۔

امام اوزاعی : **يجتهد وينظر إلى ما يريد منها إلا العورة** (اجتہاد کرے گا اور ستر عورۃ کے علاوہ جہاں چاہے وہاں دیکھے گا)

امام ابن حزم: جسم کا ہر حصہ دیکھ سکتا ہے۔ اور یہ قول باطل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆ **إن هذا من عند الله يمضه پر وارد اشکال اور اس کے اجوبہ :**

اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خواب تو وحی ہوتا ہے پھر نبی ﷺ نے شک کیوں کیا؟

اجوبہ : (۱) یہ قبل النبوۃ کا واقعہ ہے، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ لمعات میں ہے کہ ظاہر ہے کہ واقعہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد کا ہے، پس ایام نبوت میں ہوا۔

(۲) آپ ﷺ نے اس بات میں شک کیا کہ خواب کو اپنی اصل پر رکھے گے یا اس میں ایسی تعبیر کرے گے، جو اصل سے پھیر دے۔

(۳) اس بات میں شک کیا کہ دنیا میں بیوی ہوگی یا آخرت میں؟

(۴) کبھی بات تو یقینی ہوتی ہے، لیکن شک کے انداز میں بیان کیا جاتا ہے، اسے تجاہل عارفانہ کہتے ہیں۔

سوال : عن عائشة أن النبی ﷺ دخل علیھاو عندھارجل فکأنہ تغیر وجھہ کأنہ کرہ ذلک،فقالت إنہ أخی ،فقال : انظرن من اخوانکن ،فإنما الرضاعة من المجاعة .

حرمت رضاعت کے ثبوت کیلئے تعداداور رضاعات اور رضیع کی عمر کے متعلق ائمہ کرام کے مسالک مع الدلائل پیش کیجیے۔رضاعت کی بنیاد پر کونسے رشتے حرام ہوتے ہیں۔

جواب : ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: نبی کریم ﷺ ان کے پاس داخل ہوئے اوران کے پاس ایک شخص تھا،تو گویا آپ کا چہرہ متغیر ہوا، گویا کہ آپ نے اسے ناپسند کیا،تو فرمایا: دیکھ سوچ سمجھ کر کہو، کون تمہارا بھائی ہے؟ رضاعت وہی معتبر ہے جو بچپنے میں بھوک بند کردے۔

حرمت رضاعت کے ثبوت کیلئے تعداد :

(۱) عندالشوفع : (۱) دو(۲)مرد (۲) ایک(۱)مرددو(۲)عورتیں (۳) چار(۴)عورتیں۔

(۲) عندالاحناف: ایک(۱)مرد یا دو(۲)عورتیں۔

(۳) عندالمالکیہ: دو(۲)عورتیں

(۴) عندالحنابلہ: مرضعہ کی شہادت سے مع اسکے یمین کے۔

اختلاف فی تعداد الرضعات :

(۱) حضرت عائشہؓ سے دس ۱۰/سات ۷/اور پانچ ۵/کا قول ثابت ہے۔

(۲) عندالشوافع: متفرق پانچ ۵/مرتبہ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔

دلیل : عن عائشة قالت : أنزل فی القرآن عشر رضعات معلومات فنسخ من ذالک خمس،وصار إلی خمس رضعات معلومات فتوفی رسول اللہ ﷺ والأمر علی ذلک . (مسلم،ترمذی)

(۳) عندالحنابلہ،امام احمدؒ کا مشہور قول تین (۳) کا ہے اورانکی معتبر کتابوں میں پانچ (۵) کا قول ہے۔

دلیل : لا تحرم الرضعة والرضعتان . کے مفہوم مخالف سے۔

(۴) عندالاحناف والمالکیہ،قلیل وکثیر کی کوئی مقدار متعین نہیں، چاہے ایک ہی قطرہ ہی کیوں نہ ہو۔

دلیل : وامھٰتکم اللتی ارضعنکم من الرضاعة (النساء:۲۳) اس آیت میں قلیل وکثیر کی کوئی مقدار متعین نہیں۔

اسی طرح دوسری دلیل :**عن عائشة أن النبی ﷺ قال : یحرم من الرضاع ما یحرم من الولادة** (سنن نسائی)

رضیع کی عمر کا اختلاف :

ائمہ ثلاثہ : مدت رضاعت دو(۲) سال ہے۔

احناف : مدت رضاعت ڈھائی سال ہے۔

ائمہ ثلاثہ کا متدل : والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین (البقرة : ۲۳۳)

نیز حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:**لا رضاع إلا ما کان فی الحولین .**

احناف کی دلیل: وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا اوردوسری دلیل : **انما الرضاعة من المجاعة .**

ائمہ ثلاثہ اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ ثلاثون شھرا میں چھ(۶) مہینے حمل کے ہیں اور چوبیس (۲۴) ماہ رضاعت کی مدت ہے۔

☆ رضاعت کی وجہ سے وہ رشتہ حرام ہوتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

سوال : عن ام سلمةؓ ان رسول الله ﷺ لما تزوج ام سلمة اقام عندها ثلاثا وقال انه ليس بک علی اهلک هوان إن شئت سبَّعتُ لکِ وان سبعت لک سبعت نسائی (مسلم:۱/۱/۴۷)

زوجہ جدیدہ کیلئے باکرہ وثیبہ ہونے کی صورت میں تقسیم بین الزوجات کے سلسلے میں ائمہ کے اقوال لکھیے۔ نبی اور امتی کے اعتبار سے تقسیم کا کیا حکم ہے؟

جواب : ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت ام سلمہؓ سے نکاح فرمایا تو انکے پاس تین دن قیام فرمایا، اور فرمایا: آپ اپنے شوہر کے نزدیک حقیر نہ ہو، اگر تم چاہو تو میں تمھارے پاس سات (۷) دن قیام کروں اور اگر میں تمھارے پاس سات (۷) دن قیام کروں گا تو میری بیویوں کیلئے سات (۷) دن قیام کروں گا۔

(۱) **ائمہ ثلاثہؒ** : دوسرا نکاح کرنے والا نئی بیوی کے پاس اگر وہ باکرہ ہو تو سات (۷) دن اور اگر وہ ثیبہ ہو تو تین (۳) دن قیام کر سکتا ہے، اور یہ مدت باری سے خارج ہوگی۔

شیخ ابواسحاقؒ نے ''مہذب'' میں نقل کیا ہے کہ اگر ثیبہ خود سات (۷) دن کو اختیار کرے تو دیگر ازواج کے پاس ان سات (۷) دنوں کی قضاء کرے گا، لیکن اگر شوہر ثیبہ کے اختیار کئے بغیر خود سے سات (۷) دن قیام کرے تو مزید چار (۴) دنوں کی قضاء کرے۔

ائمہ ثلاثہ کا مستدل : قال رسول الله ﷺ اذا تزوج الرجل البكر علی امرأته اقام عندها سبعا واذا تزوج الثيب علی امرأته اقام عندها ثلاثا.

(۲) عند احناف : مطلق قضاء کرنا لازم ہے اور یہ مدت باری میں شامل ہے۔

احناف کا مستدل : فإن خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملكت ايمانكم ....

نیز حضرت ابوھریرہؓ سے منقول ہے عن النبی ﷺ **قال : اذا كان عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط .**

تنبیہ : ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں: جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ زفاف کی وجہ سے عورت کا یہ حق ہے، چاہے اس شوہر کی پہلے سے کوئی بیوی ہو یا نہ ہو۔ لیکن اکثر شوافع کے نزدیک اگر پہلے سے کوئی بیوی نہ ہو تو یہ مستحب ہے اور اگر ہو تو واجب ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: بہر صورت واجب ہے۔

نبی اور امتی کے اعتبار سے تقسیم کا حکم:

امتی کے حق میں باری بالاتفاق واجب ہے، البتہ نبی کے حق میں دو اقوال ہیں: امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: باری نبی کریم ﷺ پر واجب نہیں تھی، اللہ تبارک وتعالی کے قول ''ترجی من تشاء منهن'' کی وجہ سے اور یہ مالکیہ کا مسلک ہے۔ اور اکثر حضرات نبی ﷺ پر باری کے وجوب کی طرف گئے ہیں اور یہی زرقانی کا قول ہے۔

سوال : عن ابن فيروز الديلمي يحدث عن ابيه قال : اتيت النبی ﷺ فقلت يا رسول الله ﷺ إنی اسلمت وتحتی اختان فقال رسول الله ﷺ اختر ايتهما شئت (ترمذی : ۲۱۴)

ترجمہ، مسئلہ مذکورہ میں علماء کا اختلاف مع دلائل قلم بند کیجیے۔

جواب : ترجمہ: ابن فیروز دیلمی اپنے والد سے حدیث بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ میں اسلام لے آیا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ان دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرو۔

(۱) عندالائمۃ الثلاثۃ: اگر کوئی شخص اسلام لائے اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں اور وہ دونوں بھی اس کے ساتھ اسلام لائیں تو اس شخص کو دونوں میں اختیار ہوگا، چاہے جسکو اختیار کیا ہے، اس سے پہلے نکاح ہوا ہو یا بعد میں۔

دلیل : نبی کریم ﷺ کا ارشاد ''**اختر ايتهما شئت**''

(۲) عندالامام ابی حنیفہؒ : اگر دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا ہے تو دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنا جائز نہیں، اور اگر دونوں سے یکے بعد دیگرے نکاح

کیا ہو تو اسکے لئے جائز ہے کہ ان میں سے جس سے پہلے نکاح کیا ہے اس کو اختیار کرے۔

جواب : راجح قول وہی ہے جو ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے اسلئے کہ نبی کریم ﷺ نے تفصیل طلب نہیں کی، اور اس لئے بھی کہ نبی ﷺ ارشاد اختر ایتھما شئت مطلق ہے۔ احناف کے پاس اس سلسلے میں کوئی دلیل نہیں ہے، ان کے مسلک کی بنیاد قیاس پر ہے۔

سوال : عن ام حبیبةؓ ان النبی ﷺ قال : لا یحل لإمرأة مسلمة تؤمن باالله والیوم الآخر أن تحد، فوق ثلاثة أیام إلا علی زوجها اربعة اشهر وعشرا (بخاری :)

ترجمہ، بیوی کیلئے اپنے شوہر پر سوگ کی مدت اور اسکی حکمتیں تحریر کیجیے۔

جواب : ترجمہ : حضرت ام حبیبہؓ سے منقول ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان عورت کے لئے حلال نہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو کہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے، مگر اپنے شوہر پر، چار ماہ دس دن۔

اگر حاملہ ہے تو وضع حمل ہے، اور اگر حاملہ نہیں ہے تو بیوی کے لئے اپنے شوہر پر سوگ کی مدت بالاتفاق چار ماہ دس دن ہے۔

☆ عدت وفات میں سوگ کے وجوب کی حکمت : اسلئے کہ زینت اور خوشبو داعی الی النکاح ہے، اسلئے ان سے روکا گیا ہے، تاکہ زینت سے رکنا نکاح سے رکنے کا سبب بنے، اس لئے کہ شوہر تو انتقال کر چکا ہے، اور وہ معتدہ کو نکاح سے نہیں روک سکتا اور دوسرا نکاح کرنے والا اسکی رعایت نہیں کرے گا۔

سوال : عن أبی هریرةؓ قال قتیبة : یبلغ به النبی ﷺ ،وقال احمد : قال رسول الله ﷺ لا یبیع الرجل علی بیع أخیه ولا یخطب علی خطبة أخیه .

ترجمہ وتشریح کیجیے، اگر کوئی اس طرح نکاح کرے، تو کیا درست ہوگا؟ مع اختلاف ائمہ تحریر کیجیے۔

جواب : ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودے نہ کرے، اور نہ ہی اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام بھیجے۔

تشریح : امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں: یہ حدیث کسی کے پیغام پر پیغام ڈالنے کی حرمت کے باب میں ظاہر ہے، اور علماء کا بھی پیغام پر پیغام کی حرمت پر اجماع ہے۔ البتہ چند شرائط ہیں : (۱) جیسے خاطب اول کے لئے مخطوب علیہ کے گھر والوں کی طرف سے اجابت خطبہ کی صراحت ہو یا قرائن سے صراحت کا امکان ہو۔ (۲) خاطب اول نے خاطب ثانی کو اجازت نہ دی ہو۔ (۳) خاطب اول نے پیغام واپس نہ لیا ہو۔

☆ اگر کسی نے اس طرح نکاح کیا تو کیا حکم ہے؟

عندالجمہور : اس طرح نکاح کرے تو نکاح درست ہوگا، اور فسخ کا بھی اختیار نہ رہے گا، البتہ گنہگار رہوگا۔

البتہ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ دخول سے قبل فسخ کا اختیار ہے۔

ظاہریہ : بہر صورت فسخ کا اختیار ہے، چاہے دخول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

سوال : حدیث ام زرع کا ترجمہ کیجیے۔ (بخاری : ۴۹۹۴۔ فتح الباری : ۵۱۸۹) ☆ مولوی عاقب کوکاٹے ☆

جواب : ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: گیارہ (۱۱) عورتیں مل بیٹھیں اور آپس میں معاہدہ اور عہد و پیمان کرلیا کہ اپنے شوہروں کے حالات میں سے کوئی بات نہیں چھپائیں گی۔

(۱) پہلی نے کہا : میرا شوہر، دبلے اونٹ کا گوشت ہے، جو پہاڑ پر رکھا ہوا ہو، نہ راستہ آسان، کہ پہاڑ پر چڑھا جاسکے اور نہ ہی گوشت عمدہ، کہ اسے پہاڑ سے منتقل کیا جائے۔

(۲) دوسری نے کہا : میں اپنے شوہر کا حال ظاہر نہیں کروں گی، مجھے اندیشہ ہے کہ میں اس کا کوئی عیب باقی نہ رکھوں، اگر میں اس کا ذکر شروع کروں، تو

از : طلبۂ دورۂ حدیث
۱۴۳۶/۳۷ھ ۲۰۱۵/۱۶ء

میں اسکے ظاہری وباطنی تمام عیوب بیان کر دوں گی۔

(۳) تیسری نے کہا : میرا شوہر بے ڈھب لمبا ہے، اگر میں بات کروں، تو مجھے طلاق دے دی جائے اور اگر خاموش رہوں تو معلق رہوں (لٹکی ہوئی رہوں)

(۴) چوتھی نے کہا : میرا شوہر تہامہ کی رات کی مانند ہے، نہ گرم، نہ ٹھنڈا، اور نہ کوئی خوف ہے، نہ اکتاہٹ (گھبراہٹ)۔

(۵) پانچویں نے کہا : میرا شوہر، جب گھر میں داخل ہوتا ہے، تو چیتا بن جاتا ہے، اور جب گھر سے نکلتا ہے تو شیر بن جاتا ہے، اور جو کچھ عہد کرتا ہے، اس کے متعلق سوال نہیں کرتا۔ (گھر میں جو کچھ لاتا ہے اس کے متعلق سوال نہیں کرتا)

(۶) چھٹی نے کہا : میرا شوہر اگر کھاتا ہے تو سب چٹ کر جاتا ہے، اور پیتا ہے تو سب ختم کر دیتا ہے، اور جب لیٹتا ہے (سوتا ہے) تو تنہا ہی چادر میں لیٹ جاتا ہے، اور میری طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا، تاکہ میرا رنج وغم جان سکے (تاجہ میرے احوال جان سکے۔)

(۷) ساتویں نے کہا : میرا شوہر بے عقل یا نامرد، نرا احمق ہے، ہر بیماری، اس میں موجود ہے، وہ تیرا سر پھوڑ دے گا، یا بدن زخمی کرے گا، یا دونوں ہی زخم لگا دے گا۔

(۸) اٹھویں نے کہا: میرے شوہر کا چھونا، خرگوش کا چھونا ہے اور اس کی خوشبو، زرنب (زعفران) کی خوشبو ہے۔

(۹) نویں نے کہا: میرا شوہر، لمبے ستونوں کی عمارت کا مالک ہے، طویل قامت (لمبا) ہے، بہت زیادہ راکھ والا (سخی) ہے، اس کا گھر مجلس سے قریب ہے۔

(۱۰) دسویں نے کہا: میرا شوہر مالک ہے، اور مالک کا کیا حال بیان کروں؟ مالک ان تمام سے بہتر ہے، اس کے بہت سے اونٹ ہیں جو باڑوں میں زیادہ بیٹھتے ہیں، چراگاہوں میں کم جاتے ہیں، اور جب باجے کی آواز سنتے ہیں، تو یقین کر لیتے ہیں کہ وہ ذبح ہونے والے ہیں۔

(۱۱) گیارہویں نے کہا: میرا شوہر ابوزرع تھا، ابوزرع کا کیا حال بیان کروں؟ (ابوزرع کی کیا تعریف کروں؟) اس نے زیورات سے میرے کان بوجھل کر دیے، اور چربی سے میرے بازو بھاری کر دیے، اور اس نے مجھے خوش کر دیا کہ میں خود کو بھلی لگنے لگی، اس نے مجھے مقام شق میں تھوڑی سی بکریوں والے خاندان میں پایا، اور مجھے گھوڑوں، اونٹوں اور کھیتی کے بیل والوں اور کاشت کاروں (کسانوں) میں رکھا، اس کے پاس میں بات کرتی، تو مجھے برا بھلا نہ کہا جاتا، اور سوتی تو صبح کر دیتی، اور پیتی تو سیراب ہو جاتی۔

ام ابوزرع! ام ابوزرع کا کیا حال بیان کروں؟ اس کے سامان کی بوریاں بھری ہوتی ہیں، اور اس کا گھر، کشادہ ہے۔

ابن ابوزرع! ابن ابوزرع کا کیا حال بیان کروں؟ اس کا بستر ستی ہوئی ٹہنی کی مانند ہے، بکری کے بچے کا ایک بازو اسے شکم سیر کر دیتا ہے۔

بنت ابوزرع! بنت ابوزرع کا کیا حال بیان کروں؟ اپنے ماں باپ کی فرمانبردار، تندرست ہے، اور اپنی سوکن کے لئے غصے کا سبب ہے۔

ابوزرع کی باندھی! ابوزرع کی باندھی کا کیا حال بیان کروں؟ نہ ہماری باتیں باہر پھیلاتی ہے، نہ ہمارے غلہ جات (کھانے پینے کی اشیاء) میں کوئی خیانت کرتی ہے، اور نہ ہمارے گھر کو کوڑا کرکٹ سے بھرا رکھتی ہے۔

ام زرع نے کہا : (ایک دن) ابوزرع نکلا، درآنحالیکہ دودھ کے برتن بلوے جا رہے تھے (برتنوں سے مکھن نکالا جا رہا تھا) اس کی ملاقات ایک عورت سے ہوئی، اس کے ساتھ، اس کے دو بچے تھے، چیتوں کے مانند، جو اس کی گود میں اناروں سے کھیل رہے تھے۔

تو اس نے مجھے طلاق دے دی، اور اس عورت سے نکاح کر لیا، اس کے بعد میں نے، ایک سردار شخص سے نکاح کیا، جو عمدہ گھوڑے کا سوار ہے اور عمدہ نیزہ باز ہے، اس نے مجھے بہت سارے مویشی عطا کیے اور مجھے ہر قسم کے چوپایوں کا جوڑا دیا، اور کہا: اے ام زرع! خود بھی کھا اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلا۔

ام زرع نے کہا: اگر میں اس (دوسرے شوہر) کی عطا کردہ تمام چیزیں جمع کر دوں، تب بھی ابوزرع کے چھوڑے سے برتن کے مساوی نہیں ہو سکتیں۔

ماں عائشہؓ فرماتی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمھارے لیے ایسا ہی ہوں، جیسا ابوزرع، ام زرع کے لئے ہے۔

از : طلبۂ دورۂ حدیث
۱۴۳۶/۳۷ھ ۲۰۱۵/۱۶ء
جمع وترتیب : مولوی محسن کلی

سوال: **إذا طال احدکم الغیبة فلا یطرق اهله لیلا.... وفی روایة : حتی تدخلوا لیلا لکی تمتشط الشعثه وتستحد المغیبة .**

ترجمہ، دونوں روایتوں کے تعارض کو دور کیجیے۔ممانعت کے اسباب۔

جواب : ترجمہ : جب تم سے کوئی بہت دن اپنے گھر سے غائب ہوتو وہ رات کو اپنے گھر پر نہ آئے۔۔۔۔اور ایک روایت میں ہے کہ ٹھرو یہاں تک کہ رات داخل ہوجائے تا کہ پراگندہ بال والی عورت اپنے بالوں میں کنگی کرے اور موئے زیر ناف صاف کرے۔

دفع تعارض :

حدیث اول میں رات میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے یہ اسوقت ہے جب کے طویل مدت گھر سے غائب ہو حدیث ثانی میں داخل ہونے کو کہا ہے یہ اسوقت ہے جب کہ زیادہ زمانہ غائب نہ رہا ہو یا یہ کہ قافلہ کے قریب پڑاوڈالنے کا علم ہو یا یہ کہ کسی اور طریقہ سے اطلاع مل گئی ہو۔

ممانعت کو اسباب :

جب تم اچانک داخل ہوگے تو گویا تم بیوی پر شک کی نگاہ سے دیکھ رہے ہو۔

سوال : **ان رسول الله ﷺ قال : ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصار ، یا رسول الله افرایت الحمو قال الحمو الموت .**

ترجمہ وتشریح،

جواب : ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم عوتوں کے پاس جانے سے بچو تو ایک انصاری آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ دیور کے متعلق آپ کو کیا خیال ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دیور تو موت ہے۔

حدیث میں اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت کرنے سے منع کیا گیا ہے الا یہ کہ وہ ذو محرم ہو یا ذو محرم کے ساتھ ہو۔

حمو سے کیا مراد ہے؟

شوہر کے رشتہ دار مراد ہیں لہذا اس میں باپ دادا سب داخل ہونگے ۔مگر امام نوویؒ نے اس کی تردید کی ہے اور کہا کہ محرم کے علاوہ شوہر کے دیگر رشتہ دار مراد ہے اور محرم ہی مان لے تو تاکید سختی پر دال ہے، کہ محرم کے بارے میں یہ سختی ہے تو غیر محرم کا کیا پوچھنا؟

موت سے کیا مراد ہے؟

اہل عرب خطرہ کی چیز کو موت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ بھی خطرناک ہے کہ یہ سلسلہ آگے بڑھ ہوگیا اور کچھ ہوگیا تو رجم کا باعث ہوگا یا یہ کہ شدہ شدہ بات معلوم ہوجائے اور شوہر نے طلاق دے دی تو عورت کے لیے موت کا باعث ہے۔

کتاب الذبائح والصید والتسمیة

جمع وترتیب : ☆مولوی محمد اسجد ملپا☆

سوال : (۱) عن اسماءؓ قالت : نحرنافرسا علی عهد رسول اللهﷺ فأكلناه .(بخاری : ۵۳۰۵۔فتح الباری : ۵۵۱۹)

(۲) عن جابربن عبد اللهؓ قال : نهی النبیﷺ یوم خیبرعن لحوم الحمرورخّص فی لحوم الخیل(بخاری: ۵۳۰۶)

ترجمہ،لحوم خیل کے متعلق ائمہ کے اقوال مع الدلائل تحریر کیجیے۔غزوہ خیبرکس سال پیش آیا؟عندالعلماءلحوم حمرکی ممانعت کے اسباب؟ عندالائمہ لحوم حمرکاحکم،لحوم کی نہی کس وقت فرمائی؟''الحمر'' سے کونسے حمرمراد ہے؟

جواب : ترجمہ: (۱)حضرت اسماءؓفرماتی ہے کہ ہم نے رسول اللہﷺ کے زمانے میں ایک گھوڑے کونحرکیا،تو ہم نے اس کوکھالیا۔

(۲)حضرت جابربن عبداللہؓفرماتے ہیں: کہ نبی کریمﷺ خیبرکے دن گدھوں کے گوشت سے منع فرمایااورگھوڑں کے گوشت میں رخصت دی۔

لحوم خیل کے متعلق ائمہ کے اقوال مع الدلائل:

(۱) جمہور(امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ،اورصاحبین من الحنفیہ) گھوڑے کے گوشت کوجائزقراردیا ہے۔

دلیل : (۱) مذکورہ حدیث (بخاری:۵۳۰۶)

(۲) عن اسماء بنت ابی بكر قالت : نحرنا فرسا علی عهد النبیﷺ فأكلناه(بخاری:۵۵۱۹)

(۲) امام ابوحنیفہؒ،امام مالکؒ گھوڑے کے گوشت کے کھانے کی کراہت کی طرف گئے ہیں۔ایک قول مکروہ تحریمی کا بھی ہے۔

دلیل : (۱)والخیل والبغال والحمیر لتركبوها وزینة(سورۃالنحل : ۹)

(۲)عن خالد بن الولید قال : نهی رسول اللهﷺ عن لحوم الخیل والبغال والحمیر وكل ذی ناب من السباع

(ابوداؤد : ۳۷۹۰۔ ابن ماجہ : ۳۱۹۷)

جواب : حافظ صاحب نے سند کے ساتھ صحابہ کاعمل کر کے بتایا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب صحابہ گھوڑے کا گوشت کھاتے تھے یعنی کھانے کاعام ماحول تھا۔بعض تابعین اورسلف نے بھی حلت کونقل کیا ہے۔

اوراحناف جن روایت سے استدلال کرتے ہیں ان کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ روایت قوی اورمعتبرنہیں ہے۔(فتح الباری ص : ۶۵۰)اورقرآن کی آیت والخیل والبغال والحمیر لتركبوها وزینة اس میں احناف کااستدلال کاانداز یہ ہے کہ پیدا کرنے کی علت کھانا پینانہیں ہے، بلکہ سوار ہونااورزینت ہے،گویامفہوم مخالف کا انداز پایاجارہا ہے، وہ تو ان کے یہاں معتبر ہی نہیں ہے۔اورآیت مکی ہے،جبکہ یہ واقعہ خیبرکا ہے،لہذا اس آیت سے استدلال کرنا درست نہیں ہوگا۔نیزآیت کھانے کی ممانعت پرمنصوص نہیں ہے،جبکہ حدیث اسکے جواز پرصریح ہے۔(فتح الباری ص : ۶۵۲)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں : اس بارے میں تواترا حلت والی روایات موجود ہیں جب روایات موجود ہو،تو پھرنظر کی طرف نہیں دیکھا جائے گا، نیز صاحبین بھی حلت کی طرف گئے ہیں۔

احناف کا کہنا ہے : کہ آیت میں'' لتركبوها ''اس میں لال تعلیل کے لئے ہے،اور یہ حصر کا فائدہ دیتا ہے۔

جواب : حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں: کہ اولا ہم اس کوتسلیم نہیں کریں گے،اگرتسلیم بھی کرلیں کہ لال تعلیل کے لئے ہےتو ہم اس بات کوتسلیم نہیں کریں گے کہ یہ رکوب اورزینت میں ہی حصر کا فائدہ دیتا ہے،اس لئے کے گھوڑے سے رکوب اورزینت کےعلاوہ اورکھانے کےعلاوہ اور چیزوں میں بھی فائدہ اٹھایاجا تا ہے۔ اوراس آیت میں جورکوب اورزینت کو بیان کیا گیا ہے وہ اغلب اعتبار سے بیان کیا گیا ہے۔اسکی مثال ایک حدیث سے سمجھئے۔صحیحین میں ایک حدیث ہے جو حدیث البقرۃ کے نام سےمشہور ہے،حدیث میں ہے''کہ جب آدمی گائے پرسوار ہوا،تواس گائے نےسوار سے مخاطب ہوکرکہا ''إنا لم نخلق لهذا، إنماخلقناللحرث'' یہاں پربھی حصرپایاجارہا ہے،اسکے باوجوداسکوکھایاجاتا ہے،اورکھیتی کے علاوہ دیگرکئی اشیاء میں اس سے فائدہ اٹھایاجاتا ہے۔

(فتح الباری:۶۵۲)واللہ اعلم بالصواب

☆ غزوہ خیبر ۷ھ میں پیش آیا۔

لحوم حمر کی ممانعت کے اسباب :

۱) رسول اللہ ﷺ نے اسوجہ سے منع فرمایا کہ یہ لوگوں کے بار برداری کا کام آتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ لوگوں کا بار بردار جانور ختم ہوجائے۔

۲) یا اس وجہ سے منع فرمایا کہ لوگوں کی سواری ختم ہوجائے گی۔

۳) رسول اللہ ﷺ نے اس لئے منع فرمایا کہ اس میں خمس نہیں لگایا جاتا۔

۴) یا اس وجہ سے منع فرمایا کہ وہ گندگی کو کھاتا ہے۔(فتح الباری ص: ۶۵۵۔ ۵۵۲۹ حدیث کے تحت)

لحوم حمر کا حکم:

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

(۱) صحابہؓ میں سے حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ اسکی حرمت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔جمہور بھی اسکی حرمت کے قائل ہیں۔

امام مالکؒ کے نزدیک تین (۳) روایات ہیں (۱) مباح (۲) کراہت (۳) اصح روایت تحریم کی ہے۔

جمہور کی دلیل : **عن ابن عمرؓ قال : نهى رسول الله ﷺ عن أكل لحوم الحمر الأهلية**(بخاری:۵۵۲۱۔ مسلم : ۱۹۳۷)

(۲) حضرت ابن عباسؓ اسکے جواز کے قائل ہیں۔

دلیل : حضرت ابن عباسؓ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: **يا رسول الله ﷺ ! أصابتنا السنة ولم يكن في مالي ما أطعم أهلي إلا سمان حمر ، وإنک حرمت الحمر الأهلية ،فقال : أطعم اهلک من سمين حمرک فإنما حرمتها من اجل جوال القرية**(ابوداؤد:۳۸۰۹)

جواب: جمہور نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث جمہور کے مسلک کے معارض نہیں ہے، کیونکہ اس میں وجہ حرمت ''جوال القریۃ'' بیان کردی گئی ہے، لیکن فی نفسہ حرمت کی نفی نہیں کی گئی ہے، لہذا حرمت باقی رہے گی۔ نیز یہ حدیث حالت اضطراری پر محمول ہے، کیونکہ ان کے پاس گدھے کے علاوہ کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال : اذا ارسلت كلابک المعلمة وذكرت اسم الله ،فكل مما امسكن عليک ،إلا أن ياكل الكلب ،فلا تأكل ،فإني أخاف أن يكون إنما امسک على نفسه ،وإن خالطها كلب من غيرها ،فلا تأكل .(بخاری: ۵۴۷۳، فتح الباری : ۵۴۸۷)

ترجمہ، ذبح کے وقت تسمیہ میں علماء کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں، کلب معلم کے شرائط لکھیے، نیز اگر کتا شکار میں سے کھائے تو عندالائمہ اس شکار کا کیا حکم ہے؟ ایک حدیث میں کتے کے کھانے کے باوجود کھانے کی اجازت موجود ہے، وجوہ تطبیق وترجیح لکھیے، شکاری پرندہ کے شکار کی حلت کے شرائط لکھیے۔

جواب : ترجمہ : جب تم سدھائے ہوئے کتوں کو بھیجو، اور تم اللہ کا نام لو، تو تمھاری لئے جو روکے رکھے، اسکو کھالو، إلا یہ کہ وہ کتا (اس میں سے کچھ) کھالے، تو تم مت کھاؤ، اسلئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے لئے روکے رکھا ہو، اور اگر اس کتوں کے علاوہ کوئی دوسرا کتا اس سے مل جائے تو تم اسکو مت کھاؤ۔

ذبح کے وقت تسمیہ کے بارے میں علماء کا اختلاف مع الدلائل:

(۱) حنفیہؒ، مالکیہؒ، اور جمہور علماء کا کہنا ہے کہ ذبح کے وقت تسمیہ واجب ہے، یعنی اگر عمدا التسمیہ چھوڑ دے تو وہ ذبیحہ حلال نہیں ہوگا، سہوا تو حلال رہے گا۔

دلیل : ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه وإنه لفسق.

وجہ استدلال یہ ہے کہ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اسکے کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) شوافع ،اہل علم کی ایک جماعت اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ ذبح کے وقت تسمیہ سنت ہے ،یعنی سہواً چھوڑ دے تو حلال ،اور اگر عمداً چھوڑ دے تب بھی حلال ہے۔

دلیل : (ا) **حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وماأكل السبع إلاماذكيتم** .(سورۂ مائدہ : ۳)

وجہ استدلال: مگر وہ جانور جنھیں تم ذبح کرو،حرام سے مستثنٰی کر دیا گیا ہے،اور ذبح کرنے میں تسمیہ کا کوئی ذکر نہیں ہے،مطلقا ذبح کئے ہوئے جانور کوحلال قرار دیا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا قول : **وطعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم** .(وهم لايسمّون)

(۳) اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: **يا رسول الله ﷺ ان هنا اقواماحديث عهدهم بشرك ،يأتونّا بلحمان ،لاندرى ،يذكرون عليهااسم الله ام لا؟فقال رسول الله ﷺ اذكروا انتم اسم الله وكلوا**.(بخاری:۱۰۰۷۔فتح الباری : ۷۳۹۸)

جواب : شوافع **ممالم يذكر اسم الله عليه** کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس آیت سے غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانور مراد ہے،یعنی وہ جانور جن کو بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا ہو۔

امت کا اجماع ہے کہ اگر کوئی متروک التسمیہ جانور کو کھالے تو وہ بالاتفاق فاسق نہیں سمجھا جاتا،جب یہ بات ہے تو آیت کریمہ کا یہ معنی مراد لینا ضروری ہے۔(مسلم مع شرح النووی: ۱۴۵/۲۔ فتح الباری : ۶۰۱/۹)

کلب معلم کے شرائط:

(ا)وہ کتا سدھایا ہوا ہو(کلب معلم ہو)یعنی ابتدا یا بعد میں ڈانٹنے اور روکنے سے رک جائے۔

(۲)آقا کے حکم سے جائے،یعنی خود سے نہ جائے ،اور شکار کو روکے رکھے۔

(۳)شکار میں سے کچھ نہ کھائے۔

☆ اگر کتا شکار میں سے کچھ کھائے تو عندالائمہ اس شکار کا حکم:

(ا) امام مالکؒ اور بعض صحابہؓ اور امام شافعیؒ کا قول قدیم : اگر کتا شکار میں سے کچھ کھالے تو اسکا کھانا حلال ہے۔

دلیل : کہ ایک اعرابی جسکو ثعلبہ کہا جاتا تھا،نبی کریم ﷺ سے سوال کیا : **يا رسول الله ﷺ إن لى كلابامكلبة ،فأفتنى فى صيدها ،قال : كل ممأمسكن عليك ،قال : وإن أكل منه؟ قال : وإن أكل منه** (انظر سنن ابی داؤد : ۲۸۵۷)

(۲) جمہور علماء اور امام شافعیؒ کا راجح قول: اس شکار کا کھانا حرام ہے جسکو کتے نے کھایا ہو،گر چہ وہ کلب معلم ہو۔

دلیل : (ا) **انما امسک علی نفسه** .

اس میں اندیشہ ہے کہ وہ اپنے لئے روکے رکھا ہو،اور مردار میں اصل تحریم ہے،جب حلت اور حرمت میں شک ہو جائے تو اصل یعنی حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

(۲) **اذا ارسلت كلبک وسميت فأخذ فقتل فأكل فلا تأكل ،فإنما امسک على نفسه** (بخاری:۵۲۷۲ فتح الباری: ۵۴۸۶)

وجوہ ترجیح وتطبیق:

حرمت کے قائلین یہ تطبیق دیتے ہیں کہ حدیث ثعلبہ (جس سے جواز معلوم ہوتا ہے) کو اس بات پر محمول کریں گے کہ اس کتے نے قتل کیا اور اسکو چھوڑ دیا،پھر لوٹ کر اس میں سے کھایا،تو یہ کھانا حرام ہوگا۔

از : طلبۂ دورۂ حدیث
۱۴۳۶/۳۷ھ ۲۰۱۵/۱۶ء

ترجیح : حرمت کے قائلین جس سے استدلال کرتے ہیں وہ صحیحین میں ہے، اور صحت پر متفق ہے، اور مذکورہ ثعلبہ کی روایت غیر صحیحین میں ہے اور اسکی تضعیف میں اختلاف ہے۔ (فتح الباری : ۶۰۱/۹)

شکاری پرندے کے شکار کی حلت کے شرائط:

(۱) جب مالک شکار پر برانگیختہ کرے، تو شکار کیلئے جائے اور برانگیختہ ہو۔

(۲) قتل سے قبل یا بعد میں خود شکار کا گوشت نہ کھائے۔ (تحفۃ الباری : ۲۰۴/۳)

كتاب الأضاحي

جمع وترتیب: مولوی عاقب کوکاٹے

سوال: عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال : قال النبی ﷺ : من ذبح قبل الصلاة فإنما يذبح لنفسه ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نسكه وأصاب سنة المسلمين . (بخاری:۸۳۳/۲، فتح الباری:۵۵۴۶)

ترجمہ، اضحیہ کا حکم مع اختلاف ائمہ اور قربانی کا ابتدائی وقت کیا ہے؟

جواب: ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جوشخص نماز سے پہلے ذبح کرے، تو وہ اپنی ذات کے لیے ذبح کرتا، اور جو نماز کے بعد ذبح کرے تو اس نے اپنی قربانی پوری کی، اور مسلمانوں کی سنت (طریقے) کو پالیا۔

اضحیہ کا حکم :

(۱) شوافع اور جمہور : قربانی، سنت مؤکدہ ہے۔

دلائل : (۱) أن النبی ﷺ قال : إذا دخلت العشر واراد أحدكم أن يضحى فلا يمس من شعره وبشره شيئا. (مسلم:۳۹(۱۹۷۷))

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے اضحیہ کو ارادے پر موقوف رکھا ہے، جس سے اس کے عدم وجوب پر دلالت ہوتی ہے۔

(۲) قال رسول الله ﷺ : كتب عليَّ النحر ، ولم يُكتب عليكم وأمرت بصلاة الأضحى ولم تؤمروا بها. (سنن دارقطنی:۴۷۵۱)

(۲) امام ابوحنیفہؒ : موسر مقیم پر واجب ہے۔

دلائل : (۱) من وجد سعة فلم يضح ، فلا يقربن مصلانا. (مسند احمد:۸۲۷۳)

جواب: (۱) حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں: کہ اس حدیث کے رفع و وقف میں (مرفوع و موقوف ہونے میں) اختلاف ہے۔

(۲) نیز یہ حدیثِ مبارکہ، وجوب اضحیہ پر صریح نہیں ہے۔

(۲) يأيها الناس ! على كل أهل بيت فى كل عام أضحية وعتيرة . (ترمذی:۱۵۱۸، ابوداؤد:۲۷۸۸)

جواب : حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حجت نہیں، اس لیے کہ یہ صیغہ وجوب مطلق پر صریح نہیں، نیز نبی کریم ﷺ نے اضحیہ کے ساتھ عتیرۃ کا بھی ذکر فرمایا، اور جو لوگ وجوب اضحیہ کے قائل ہیں وہ وجوبِ عتیرۃ کے قائل نہیں۔

قربانی کا ابتدائی وقت :

(۱) امام شافعیؒ : طلوع شمس کے بعد، نماز عید اور دو خطبوں کے بقدر وقت گزر جائے، تو قربانی کرنا درست ہوگا، چاہے امام نے نماز پڑھائی ہو یا نہ پڑھائی ہو اور چاہے امام نے ذبح کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ: اہل قری اور اہل بوادی کے طلوع فجر ثانی سے قربانی کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور اہل امصار کے لیے امام کے نماز پڑھنے اور

خطبہ دینے کے بعد قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے۔

(۳) امام مالکؒ : امام کے خطبہ ونماز سے فارغ ہونے اور ذبح کرنے کے بعد ہی، دیگر لوگوں کے لیے قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے۔

(۴) امام احمدؒ : امام کی نماز کے بعد قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے، چاہے امام نے ذبح کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

کتاب المرضی

جمع وترتیب : مولوی محمد اسجد ملپا

سوال : عن انس بن مالکؓ قال : قال النبی ﷺ : لا یَتَمَنَّیَنَّ أحدکم الموت من ضر أصابه فإن کان لابد فاعلا،فلیقل : اللهم أحینی ماکانت الحیاة خیرا لی وتوفنی إذا کانت الوفاة خیرا لی .(بخاری : ۵۴۵۳۰ فتح الباری : ۱۷۱/۷، مسلم : ۲۶۸۰)

ترجمہ کیجیے،موت کی تمنا کے متعلق علماء کے اقوال قلمبند کیجیے۔

جواب : ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : تم میں سے کوئی ہرگز موت کی تمنا نہ کریں،کسی مصیبت کی وجہ سے جو اسے لاحق ہو،اگر کرنا ہی ہو تو اسکو چاہیے کہ وہ یہ کہے ''اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہو،اور مجھے موت دے جب وفات میرے لیے بہتر ہو''۔

موت کے متعلق علمائے کرام کے اقوال :

(۱) سلف کی ایک جماعت نے اس ممانعت کو دنیوی ضرر پر محمول کیا ہے،اگر ضرر دینی ہو یعنی دین میں فتنے کا خوف ہو تو یہ نہی میں داخل نہیں ہے۔

(۲) بعض نے اس ممانعت کو موت کے نزول سے پہلے کے ساتھ خاص کیا ہے،موت کا نزول ہو تو تمنا کر سکتے ہیں،اور حضرت عائشہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:اللهم اغفر وارحمنی وألحقنی بالرفیق الاعلی ۔

(۳)ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:ایک قول یہ کہا گیا ہے کہ یہ ممانعت منسوخ ہے۔

دلیل : حضرت یوسفؑ کا قول : توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

اورحضرت سلیمانؑ کا قول : وأدخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین ۔

جواب : لیکن اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ معاملہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ان حضرات نے اسوقت دعا کی ہے جب موت قریب ہوگئی تھی اور یہ بھی جواب دیا گیا کہ ''توفنی مسلما والحقنی بالصالحین'' اور ''وأدخلنی برحمتک''الخ یہ موت کے حاضر ہونے کے وقت مانگا گیا۔(فتح الباری : ۱۵۲/۱۰)

کتاب اللباس

جمع وترتیب : مولوی شعیب چوگلے

سوال : ان عبد الله بن عمر بن عاص اخبره قال :رای رسول الله ﷺ علی ثوبین معصفرین فقال : ان هذه من ثیاب الکفار فلا تلبسهما .

ترجمہ،ثوب معصفر کے جواز کے کئی علماء قائل ہیں،ان میں سے امام شافعی بھی ہے جب کہ ذکر کردہ حدیث عدم جواز پر دلالت کرتی ہے لہذا اس سلسلہ میں فقہاءِ شوافع کا کیا نظریہ ہے؟

جواب :ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر دو زرد کپڑے دیکھے تو فرمایا کہ یہ کفار کے کپڑوں میں سے ہیں پس تم اسے مت پہنو۔

ثوب معصفر سے مراد وہ کپڑا ہے جسے زرد رنگ سے رنگا گیا ہو چونکہ اس لباس کے پہننے میں کفار سے مشابہت ہے اسلیے نبی کریم ﷺ نے اسے پہننے سے منع فرمایا۔

امام شافعیؒ : ثوب معصفر کے اباحت کے قائل ہیں لیکن امام بیہقیؒ فرماتے ہیں ثوب معصفر کے سلسلہ میں بہت سی روایات وارد ہیں جو امام شافعیؒ کو نہیں پہنچی اگر پہنچتی تو امام شافعی بھی ممانعت کا قول اختیار کرتے ،اور امام نووی بھی اسی طرف گئے ہیں۔

کتاب الأدب

جمع وترتیب : مولوی محمد اسجد ملپا

سوال : **عن عائشةؓ قالت : قلت یارسول الله ! ﷺ إن لی جارَین ،فإلی أیهمااهدی ؟قال : إلی اقربهما منک باباً.** (بخاری:)

ترجمہ کیجیے، ہدیہ کاحکم، پڑوسی کے حد کے سلسلے میں اقوال مختلفہ تحریر کیجیے۔

جواب : ترجمہ : اماں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے دو پڑوسی ہیں، ان دونوں میں سے میں کس کو ہدیہ کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں میں سے جس کو دروازہ تجھ سے قریب ہو۔

ہدیہ کاحکم :

امام کرمانیؒ، ابن حجرؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ قریب کے لوگوں کو ہدیہ کرنا مندوب ہے، جب ہدیہ کرنا اصلاً واجب نہیں، تو پھر اس میں ترتیب بھی واجب نہ ہوگی۔

اقوال مختلفہ :

(۱) حضرت علیؓ فرماتے ہیں : جو ایک جگہ سے دوسرے جگہ تک آواز سنے وہ پڑوسی ہے۔

(۲) بعض کا کہنا ہے : فجر کی نماز مسجد میں جو تمھارے ساتھ پڑھے وہ پڑوسی ہے۔

(۳) حضرت عائشہؓ : پڑوسی کا حق ہر جانب سے چالیس (۴۰) گھر تک ہے، امام بخاریؒ نے اسکو اختیار کیا ہے۔

(۴) ابن شہابؒ : دائیں، بائیں، سامنے، پیچھے سے چالیس (۴۰) گھر قرار دیا ہے، اس میں احتمال یہ ہے کہ ہر جانب سے چالیس (۴۰) ہو، یا یہ بھی احتمال ہے کہ ہر جانب سے دس (۱۰) گھر ہو۔ (فتح الباری : ۵۲۰/۱۰، حاشیۃ البخاری : ۱۳۷۶/۲)

سوال : عن ابی هریرةؓ قال : قال النبی ﷺ أصدق کلمة قالها الشاعر کلمة لبید : ألا !کل شیئ ماخلاالله باطل .

(بخاری: ۵۹۰۸، فتح الباری : ۶۱۴۷)

ترجمہ، اسکا اگلا شعر کیا ہے؟ اور اشعار کی مذمت کس صورت میں ہے؟

جواب : ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے سچا کلمہ جسکو کسی شاعر نے کہا ہو وہ لبید کا کلام ہے۔ ''سنو! اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے''۔

اسکا اگلا شعر یہ ہے : ''**وکل نعیم لا محالة زائل** '' (ہر نعمت لامحالہ زائل ہونے والی ہے)

اشعار کی مذمت :

اشعار کی مذمت اس صورت میں ہوگی کہ شعر کا اتنا غلبہ ہو کہ اللہ کے ذکر، قرآن کی تلاوت، پڑھائی و دیگر اہم مشاغل سے محروم ہو جائے۔

سوال : **عن جابرؓ قال : ولد لرجل منا غلام فسماه القاسم فقالوا ،لانکنیه حتی نسأل النبی ﷺ ،قال سموا باسمی ولاتکنوا بکنیتی .**

ترجمہ، ابوالقاسم کنیت رکھنے کے سلسلے میں علماء کے اقوال قلمبند کیجیے۔

جواب : ترجمہ: حضرت جابرؓ سے فرماتے ہیں: ہمارے ایک آدمی کو بچہ پیدا ہوا تو اسکا نام قاسم رکھا، تو لوگوں نے کہا ''ہم اسکو (ابوالقاسم) نسبت رکھنے نہیں دیں گے'' یہاں تک کے وہ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھ لے، تو رسول اللہ ﷺ نے نے فرمایا: میرے نام پر نام رکھو، اور میری کنیت نہ رکھو۔

مسئلہ مذکورہ میں ابوالقاسم کنیت رکھنے کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے:

(۱) امام شافعیؒ: مطلقاً ممنوع ہے، چاہے اسکا نام محمد ہو یا نہ ہو۔

(۲) : مطلقاً جائز، اور ممانعت آپ ﷺ کے زمانے کے ساتھ خاص ہے۔

(۳) : جسکا نام محمد ہو اسکے لیے جائز نہیں، اور اسکے علاوہ کے لیے جائز ہے۔

(۴) امام طبریؒ : ایک مذہب یہ نقل کیا ہے کہ جسکا نام محمد ہو اسکو مطلقاً منع اور اسی طرح ابو القاسم نسبت رکھنا بھی مطلقاً ممنوع ہے۔

(۵) بعض : آپ ﷺ کی حیات میں مطلقاً منع اور آپ ﷺ کی حیات کے بعد تفصیل ہوگی، کہ جسکا نام محمد اور احمد ہو اسکے لیے منع، ورنہ جائز ہے۔(فتح الباری : ۱۰/۶۶۸)

سوال : **عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: عطس رجلان عند النبی ﷺ فشمّت أحدهما ولم يشمت الآخر ،فقيل له ،فقال : هذه حمدالله وهذه لم يحمد الله** .(بخاری : ۵۹۷۰، فتح الباری : ۶۲۲۱)

ترجمہ، چھینکنے کے بعد جواب دینے کا عندالائمہ کیا حکم ہے؟

جواب : ترجمہ : حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس دو آدمیوں نے چھینکا، ان میں سے ایک نے جواب دیا، دوسرے نے جواب نہیں دیا، تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے ایک نے اللہ کی تعریف کی، اور دوسرے نے نہیں کی۔

☆ (جو شخص چھینکنے پر **الحمد لله رب العالمين على كل حال ما كان** کہے گا، اسکو کبھی دانت درد اور کان درد نہیں ہوگا)

مسئلہ مذکورہ میں ائمہ کا اختلاف ہے:

امام مالکؒ اور جمہورؒ اہل ظواہر : چھینکنے کا جواب دینا واجب ہے۔

احناف اور جمہور حنابلہ اس بات کی طرف گیے ہیں کہ جواب دینا فرض کفایہ ہے، (بعض نے جواب دیا تو تمام کی طرف سے کافی ہو جائے گا)

شوافع اور مالکیہ : چھینک کا جواب دینا مستحب ہے۔

☆ **واقعہ یہ ہے :** امام ابوداؤدؒ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ کسی سفر میں کشتی میں تھے تو انھوں نے کسی کنارے پر چھینکنے والے کی آواز سنی اور اس نے الحمد للہ کہا تھا، تو ابوداؤد نے کرایہ پر ایک کشتی خریدی اور ان کے پاس آئے اور چھینکنے والے کا جواب دیا پھر لوٹ گئے جب اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا، ''ہوسکتا ہے کہ وہ شخص مستجاب الدعوات ہو''۔ جب لوگ سو گیے تو لوگوں نے کسی پکارنے والی کی آواز سنی، اے کشتی والو! بے شک ابوداؤد نے ایک درھم کے بدلے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے جنت خرید لی۔(فتح الباری : ۱۰/۷۰۰)

کتاب الإستيذان

جمع وترتیب : مولوی محمد اسجد ملپا

سوال: **قال رسول الله ﷺ إن عليك السلام تحية الميت ثم اقبل على ،فقال : إذا لقى الرجل أخاه المسلم فليقل :السلام عليكم ورحمة الله وبركاته** (ترمذی:۲۷۲۱)

ترجمہ، علیک السلام کو نبی کریم ﷺ نے میت کا سلام کہا ہے، جبکہ ایک حدیث میں **السلام عليكم أهل دار قوم** موجود ہے، جواب کیا ہوگا؟

جواب : ترجمہ: علیک السلام، میت کا سلام ہے، پھر نبی کریم ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جب کوئی مسلمان بھائی اپنے مسلمان بھائی سے ملے، تو اسکو چاہیے کہ ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہے۔

''**إن عليك السلام تحية الميت**'': امام خطابیؒ فرماتے ہیں: کہ اس جملے سے وہم ہوتا ہے کہ میت کو سلام کرنے میں سنت یہ ہے کہ ''علیک

السلام'' کہا جائے ، یعنی مدعولہ کو دعا پر مقدم کیا جائے ، حالانکہ خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ قبرستان میں داخل ہوئے تو فرمایا: ''**السلام عليكم أهل دار قوم مؤمنين**'' یعنی مدعولہ پر دعا کو مقدم کیا جو کہ زندوں کا سلام ہے، گویا دونوں میں تعارض ہے۔ لیکن درحقیقت کوئی تعارض نہیں، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ ''**إن عليك السلام تحية الميت**'' سے امر شرعی کو نہیں بتلانا چاہ رہے ہیں، بلکہ اہل عرب کی عادت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ وہ مردوں کو سلام کرنے میں مدعولہ کو دعا پر مقدم کرتے ہیں، ورنہ حقیقتاً زندوں اور مردوں کے سلام میں کوئی فرق نہیں۔

کتاب الدعوات

جمع وترتیب : مولوی محمد اسجد ملپا

سوال : **عن انس بن مالک ؓ عن النبی ﷺ قال : ''كل نبي سأل سؤلاً''، او قال : ''لكل نبي دعوة'' قد دعا بها استجيب ،فجعلت دعوتي شفاعة لأمتي يوم القيامة.**

ترجمہ، قرآن میں دعا کن کن معنوں میں استعمال ہوا ہے؟ دعا افضل ہے یا سکوت؟

جواب : ترجمہ: حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی نے ایک درخواست کی، یا فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک دعا ہوتی ہے، جس کی دعا وہ کرتا ہے، اور وہ دعا قبول کی گئی، لیکن میں نے اپنی یہ دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کیلیے رکھی ہے۔

شیخ ابوالقاسم قشیری نے اپنی کتاب ''شرح اسماء الحسن'' میں فرماتے ہیں کہ قرآن میں دعا کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے:

(۱) عبادت **ولاتدعوا من دون الله ما لا ينفعك ولايضرك**

(۲) استغاثہ (مدد طلب کرنا) **وادعوا شهداء كم**

(۳) سوال **ادعوني استجب لكم**

(۴) قول **دعواهم فيها سبحانك اللهم**

(۵) ندا **يوم يدعوكم**

(۶) ثناء **قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمن.**

دعا افضل ہے یا سکوت؟

(۱) ایک قول یہ ہے کہ دعا افضل ہے اور یہ قول اَدلہ کی وجہ سے راجح ہے اور اس وجہ سے کہ اس میں خشوع وخضوع اور عاجزی ہے۔

(۲) سکوت اور رضا اولی ہے، اسمیں اللہ تعالی کے سپرد کرنے کی وجہ سے، لیکن دعا کے بے شمار فوائد ہیں چونکہ اس میں اللہ تعالی کا حکم بجالانے کی وجہ سے ثواب حاصل ہوتا ہے، اور دعا کرنے سے، اس بات کا احتمال ہیکہ جو چیز مانگی جارہی ہے وہ دعا پر ہی موقوف ہو۔

(۳) زباں سے دعا کرے اور دل سے راضی ہوجائے۔

(۴) امام قشیری ؒ فرماتے ہیں: کہ اگر دعا کرنے میں مسلمانوں کا فائدہ ہو تو دعا افضل ہے، اگر خود کی ذات کا فائدہ ہے تو سکوت افضل ہے، اسی قول کو ابن بطال نے اس طرح تعبیر کیا ہے کہ دوسرے کیلیے دعا کرنا مستحب ہے اور اپنے لیے ترک دعا مستحب ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں، اسلیے کہ ہر داعی کی دعا قبول کی جاتی ہے، قبولیت کی قسمیں مختلف ہوتی ہے، کبھی تو جو چیز مانگی ہے وہ عطا ہوتی ہے، کبھی اسکے عوض میں کوئی دوسری چیز حاصل ہوتی ہے۔ (فتح الباری : ۱۱۰/۱)

کتاب الرقاق

جمع وترتیب: مولوی عطاءاللہ کونڈیکر

سوال : **عن عمران بن حصین عن النبی ﷺ قال : اطلعت فی الجنۃ فرایت اکثر اھلھا الفقراء واطلعت فی النار فرایت اکثر اھلھا النساء .**

ترجمہ، مالداری افضل ہے یا فقر؟

جواب : حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر مالدار سے افضل ہے واقعہ یوں ہے کہ نہ مالداری جنت کے حصول کا سبب ہے اور نہ ہی فقر۔ بلکہ اگر فقر کے ساتھ صلاح ہو تو یہ جنت کے دخول کا سبب ہے اگر فقیر صالح نہ ہو تو اسکی کوئی فضیلت نہیں ہے۔

حافظ صاحبؒ نے فقر اور مالداری کے افضلیت اور غیر افضلیت کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں اصل مدار اعمال صالحہ کا ہوتا ہے نہ کہ فقر اور غنی کا لیکن غنی بسا اوقات معصیت اور نافرمانی کا سبب بنتا ہے اور فقر انابت الی اللہ اور خشوع وخضوع کا سبب بنتا ہے تو افضل یہ ہے کہ انسان مال کے حصول کے پیچھے نہ مارے مارے پھرے بلکہ بقدر کفاف ہی مال کے حصول میں لگے رہے۔ (تکملہ فتح الملہم :۴۶۹/۱۱)

سوال : **کان ینھی عن قیل وقال**

ترجمہ، قیل قال سے کیا مراد ہے؟

جواب: ترجمہ : نبی کریم ﷺ قیل وقال سے منع کرتے تھے۔

شارحین کے مابین قیل وقال کے مختلف معنی ہیں۔

(۱) قیل وقال سے مرادلا یعنی کلام سے اجتناب کرنا ہے۔

(۲) قیل وقال سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کی کثرت کی وجہ سے آدمی غلطی کرنے سے محفوظ نہیں رہتا بلکہ بسا اوقات اس کی وجہ سے غیبت جیسے بڑے گناہ کو ارتکاب کرتا ہے جس کی وعید کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا "**الغیبۃ اشد من الزنا**"۔

(۳) لوگوں کی باتوں کا نقل کرنا اور اس سلسلہ میں بحث ومباحثہ کرنا۔

(۴) مال کے سلسلہ میں کثرت سے سوال کرنا۔ (فتح الباری :۳۰۶/۱۱)

شمائل ترمذی

جمع وترتیب : محمد اسجد ملپا

سوال : ان النبی ﷺ دخل مکة فی عمرة القضاء وابن رواحة یمشی بین یدیه وهو یقول ....

خلوا بنی الکفار عن سبیله اليوم نضربکم علی تنزیله

ضربا یزیل الهام عن مقیله ویذهل الخلیل عن خلیله (شمائل : ١٦)

ترجمہ، یہ اشعار کس نے اور کس وقت اور کس جگہ پڑھے؟ اشعار سن کر حضرت عمرؓ نے کیا کہا؟، اس پر آپ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

عمرۃ القضاء کی وجہ تسمیہ لکھیے، یہ کس سال کا واقعہ ہے، ابن رواحہ کب انتقال ہوئے۔

جواب : ترجمہ : اے کفار کی اولاد ! نبی کریم ﷺ کا راستہ چھوڑ دو، آج ہم آپ ﷺ کے تشریف آوری کے وقت تم کو ایسی مار ماریں گے، جو کھوپڑی کو اسکے ٹھکانے سے ہٹادے گی، اور جگری دوست کو جگری دوست سے جدا کردے گی۔

☆ یہ اشعار حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے عمرۃ القضاء کے موقع پر حرم مکہ میں کہے۔

☆ یہ اشعار سن کر حضرت عمرؓ نے کہا، اے ابن رواحہ! کیا تم اللہ کے رسول کے سامنے اور حرم الٰہی میں شعر گوئی کرتے ہو؟۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر! انہیں چھوڑ دو، اور یہ اشعار کہنا کفار کے باب میں تیر چلانے سے زیادہ تیز زخم لگانے والے ہیں۔

☆ حدیبیہ کے سال عمرہ نہ کر سکے، آئندہ سال اس عمرہ کی قضاء کی، اس لئے اسکو عمرہ قضاء کہتے ہیں۔

جمع وترتیب : عاقب کوکاٹے

سوال : عن جابر بن عبد اللہؓ قال : خرج رسول الله ﷺ وانامعه فدخل علی امرأته من الانصار ،فذبحت له شاة ، فأکل منهاوأتته بقناع من رطب فأکل منه ثم توضأ للظهر وصلی ،ثم انصرف فأتته بعلالة من علالةالشاة فأکل ثم صلی العصر ولم یتوضأ. (شمائل:١١)

ترجمہ کیجیے، آپ ﷺ کو بکری کا کونسا عضو پسند تھا، اور کیوں؟ مما مست النار اور من لحوم الابل کے متعلق ائمہ کرام کے مذاہب ودلائل قلمبند کیجیے۔

جواب : ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نکلے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ایک انصاری عورت کے پاس داخل ہوئے، اس نے آپ ﷺ کے لئے ایک بکری ذبح کی، آپ نے اس بکری سے کھایا، اور وہ ایک تر کھجوروں کا ٹوکری لیکر آئی، آپ نے اس سے بھی کھایا، پھر ظہر کی نماز کے لئے وضو فرمایا، اور ظہر کی نماز پڑھی، پھر لوٹ آئے، تو وہ انصاری عورت بکری کے بچے ہوئے حصے میں سے کچھ لیکر آئی، تو آپ ﷺ نے کھایا، پھر عصر کی نماز پڑھی، اور وضو نہیں فرمائی۔

☆ آپ ﷺ کو بکری کے بازو کا گوشت پسند تھا، اسلئے کہ یہ جلدی پک جاتا تھا۔

مما مست النار کے متعلق ائمہ کے مذاہب:

١) ایک جماعت جس میں حضرت ابوھریرہؓ، زید بن ثابتؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ، وغیرہ ہیں، وہ مما مست النار کو ناقض وضو مانتے ہیں۔

دلیل : الوضوء مما مست النار (مسلم : ٧٨٦)

٢) ائمہ اربعہؒ، جمہور کے نزدیک مما مست النار کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

دلیل : ان النبی ﷺ أکل کتف شاة ثم صلی ولم یتوضأ (بخاری : ٢٠٧، مسلم : ٧٩٠)

وجہ ترجیح : الوضوء مما مست النار والی روایت منسوخ ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: ابتدائی زمانے میں اسکا اختلاف تھا، بعد میں اختلاف ختم ہوگیا، اب علماء کا ترک وضو پر اجماع ہوگیا، اس لئے کہ ترک وضو پر

بہت ساری احادیث ہیں، جو اسکے ناسخ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

من لحوم الابل :

۱) امام احمدؒ : کے نزدیک لحوم ابل ناقض وضو ہے۔

دلیل : ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا "**أتوضأمن لحوم الابل ؟قال رسول الله ﷺ : نعم ،فتوضأ من لحوم الابل**" (مسلم:۸۰۲)

۲) ائمہ ثلاثہؒ : کے نزدیک لحم ابل ناقض وضو نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں وضو سے مراد وضو شرعی نہیں ہے، بلکہ وضو لغوی مراد ہے، کیونکہ لحوم ابل میں بہت ہی چکناہٹ اور بو ہوتی ہے۔ اگر وضو سے وضو شرعی مان بھی لے، تب بھی یہ حکم استحباباً ہوگا۔

(مولوی محسن کلی)

سوال : **کان خاتم النبی ﷺ من ورق و کان فصه حبشیا .**

ترجمہ کیجیے، خاتم کیوں بنوائی گئی، اس پر کیا کندہ تھا؟ اسے کس ہاتھ اور انگلی میں استعمال کیا؟ اس کا کیا انجام ہوا؟

جواب: ترجمہ : نبی کریم ﷺ کی انگوٹی چاندی کی تھی اور اسکا نگینہ حبشی تھا (یعنی سیاہ رنگ کا تھا)

اس پر **محمد رسول الله** ﷺ کا نقش کندہ تھا۔

یہ اس لئے بنوائی گئی نبی کریم ﷺ جب صلح کے زمانے میں دیگر علاقوں کے بادشاہوں کے نام خطوط روانہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ سے کہا گیا کہ وہ بغیر مہر لگایا ہوا قبول نہیں کرتے اور نہیں پڑھتے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنائی۔

دائیں ہاتھ کی چھنگلی (چھوٹی انگلی) میں استعمال کیا۔

پھر وہ انگوٹھی حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں تھی پھر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں تھی اور چھ برس تک ان کے پاس رہی یہاں تک کہ حضرت معیقیبؓ (یہ حضرت سعید بن عاصؓ کے مولی تھے) کے ہاتھوں بئر اریس میں گرگئی حضرت عثمانؓ نے اس کنویں میں تلاش کرایا تین دن تک اسکا پانی نکلوایا، مگر نہیں ملی۔

سوال : **ان النبی ﷺ شرب عن زمزم وهو قائم**

ترجمہ، مذکورہ روایت اور نہی عن الشرب قائما کے مابین ترجیح و تطبیق سے متعلق مختلف اقوال نقل کیجیے۔

جواب : حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہونے کی حالت میں زمزم نوش فرمایا۔

اس مسئلہ میں روایات میں اختلاف ہے

ممانعت والی حدیث

(۱) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا، پوچھا گیا اور کھانے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: وہ تو اور بھی سخت ہے اور مسلم کی روایت میں "اشر" ہے یعنی وہ تو اور بھی زیادہ برا ہے۔

(۲) حضرت جارود بن المعلی کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہوئے پینے سے منع فرمایا۔

جواز پر دلالت کرنے والی احادیث

(۱) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں چلتے ہوئے کھاتے تھے اور کھڑے ہوئے پیتے تھے۔

(۲) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے زمزم کو نوش فرمایا۔

یہ سب روایتیں اعلی درجہ کی صحیح ہیں اور ممانعت والی روایات سے اثبت واقوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: کہ علامہ کے اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں

(۱) ترجیح یعنی جواز کی حدیث یہ نہی کی حدیث کے مقابلہ میں اعلی واقوی

(۲) نسخ یعنی کی احادیث یہ جواز کی احادیث کے ذریعہ منسوخ ہے۔

(۳) جمع وتطبیق، مراد یہاں قیام سے مشی ہے۔

لیکن جمہور کہتے ہیں کہ زمزم تو کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے اور وضو کے بعد کا پانی بھی کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے پس یہ دونوں صورتیں ممانعت سے مستثنی ہے اور زمزم کے علاوہ احادیث کو عذر یا بیان جواز پر محمول کریں گے مثلاً بیٹھنے کے لئے کوئی مناسب جگہ نہیں تھی یا میدان جنگ ہو۔

(مولوی اسماعیل مہالدار)

سوال : **عن انس بن مالک ؓ قال : ان النبی ﷺ کان لیخالطنا حتی یقول لاخ لی صغیر : یا ابا عمیر مافعل النغیر .**

ترجمہ، آپ ﷺ نے یہ سوال کیوں کیا؟ اس میں مزاح کا کیا پہلو ہے؟ مزاح کے متعلق شریعت کا موقف؟ حرم مدینہ کے صید کا عندالائمہ حکم۔

جواب : ترجمہ : حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے ساتھ میل جول مزاح فرماتے تھے، چنانچہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: اے ابوعمیر! نغیر کا کیا ہوا؟

آپ ﷺ نے یہ سوال اس لئے کیا اس بچہ نے ایک جانور پال رکھا تھا وہ مرگیا تھا جس کی وجہ سے وہ رنجیدہ بیٹھا تھا آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ نغیر کا کیا ہوا؟ حالانکہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ وہ مرگیا۔

مزاح کا پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک چھوٹے بچے کو ابو (کنیت) کے ساتھ پکارا جب کہ یہ کنیت والد کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

آپ ﷺ سے مزاح بھی ثابت ہے اور ممانعت بھی وارد ہے۔

چنانچہ امام نووی ؒ فرماتے ہیں: کہ اس کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ ایسا مزاح جو قساوت قلب کا باعث بنے اور اللہ کے ذکر وفکر سے روک دے یا ایذاء مسلم کا سبب ہو یا وقار اور ہیبت گرادے یہ سن ممانعت میں داخل ہے اور جو ان سب سے خالی ہو محض دوسرے کی دلداری اور اس کے انبساط کا سبب ہو تو وہ مستحب ہے۔

(۱) امام شافعی : حرم مدینہ کا شکار حرم مکہ کے حکم میں ہے۔

(۲) احناف : دونوں میں فرق ہے حرم مکہ میں شکار جائز نہیں ہے برخلاف حرم مدینہ کہ وہاں شکار جائز ہے۔

سوال : نبی کریم ﷺ کے اوصاف پر جو حدیث ہے اسکو اچھی طرح ہو بہو ترجمہ رٹ کر یاد کریں۔

تمت بعون اللہ تبارک وتعالی